ماہنامہ **محدث** بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۶۹

جلد: ۳۲ ، شمارہ: ۹

ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ = ستمبر ۲۰۱۴ء

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳-افتتاحیہ	مولانا عبدالمتین مدنی	۴
۴-حج کے فضائل وفوائد	عبدالغفار سلفی	۷
۵-حج وقربانی کا مہینہ ذی الحجہ	عبدالرحیم محمد یونس بنارسی	۱۲
۶-الجامعۃ السلفیۃ میں......	محمد اسلم مبارک پوری	۱۷
۷-اللہ کا خوف	عبدالاحد احسن جمیل	۲۲
۸-موت کی ہولناکیاں	ابوالبیان رفعت سلفی	۲۶
۹-خاموشی ہزار نعمت	ابوطلحہ محمد ابراہیم سلفی	۳۰
۱۰-حاکم وقت کے خلاف بغاوت..	یاسر اسعد بن اسعد اعظمی	۳۴
۱۱-لجنۃ الحاق المدارس کی......	عبدالکبیر عبدالقوی مبارکپوری	۴۱
۱۲-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۲
۱۳-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۳
۱۴-تعارف وتبصرہ	عبدالرحیم ریاضی	۴۴
۱۵-باب الفتاوی	مولانا نورالہدی سلفی	۴۶

بدل اشتراک

- ہندوستان: **150** روپئے
- بیرون ممالک: **40** ڈالر
- فی شمارہ: **15** روپئے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ
Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ : ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

یوم آخرت یعنی قیامت اور قرآن مجید

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں اس کی حقانیت کی دلیل ہیں

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿اللّهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الأَنْهَارَ، وَسَخَّر لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا إِنَّ الإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ (سورہ ابراہیم:۳۲-۳۴)

قیامت واقع ہوگی اور رب العالمین بندوں کا حساب چکانے کے بعد ان کے اعمال کے مطابق جنت وجہنم میں ان کا آخری ٹھکانا اور مستقر بنائے گا۔قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور اس کتاب مبین میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے سب ظہور پذیر ہوگا۔ اس کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالی نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں جس کو ہم اپنی آنکھوں سے اس دنیا میں دیکھ رہے ہیں۔

مذکورہ بالا سورہ ابراہیم کی آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمان سے بارش برسا کر اس کے ذریعہ تمہاری روزی کے لیے پھل نکالے ہیں اور کشتیوں کو تمہارے قابو میں کردیا ہے کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور نہروں کو بھی تمہارے اختیار میں کردی ہیں۔اسی نے تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کردیا ہے کہ برابر چل ہی رہے ہیں اور رات ودن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں ہر وہ چیز فراہم کررکھی ہے جس کو تم مانگو۔اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے۔یقیناً انسان بڑا ہی ناانصاف اور ناشکرا ہے۔

قرآن مجید میں بہت سی آیتوں میں اللہ کی قدرت کا بیان ہے۔آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور اس کا نظام، انسان اور مختلف جانداروں کی خلقت اور ان کی بناوٹ، سمندر وندیاں، پہاڑ وریگستان، پیڑ پودے، سورج، چاند اور ستارے، اور انسان کی زندگی اور اس کی ضرورت کے لیے ہر طرح کے سامان، سائنس اور ٹکنالوجی میں استعمال ہونے والے ہر طرح کے مادے۔غرض ہم اس کی قدرت کی نشانیوں کو گننا چاہیں تو گن نہیں سکتے۔ہر چیز میں ہزاروں قسمیں ہیں۔انسان اور اس کی بولیاں، جانوروں، مچھلیوں، پرندوں، پیڑ پودوں کی کتنی قسمیں پائی جاتی ہیں اس کا ہم احصاء نہیں کرسکتے۔یہ تمام چیزیں اس رب العالمین کی بنائی ہوئی ہیں جو ہمارا رب ہے، جس نے ہماری رہنمائی کے لیے انبیاء ورسولوں کو مبعوث فرمایا۔اور قرآن مجید اسی کا کلام ہے ، جس کو اس نے اپنے آخری پیغمبر محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔

قرآن مجید ایک معجزہ ہے، اس کا ایک ایک حرف صحیح اور محفوظ ہے، جب سے نازل ہوا ہے تب سے قیامت کے ظہور پذیر ہونے تک محفوظ رہے گا، اس کا کوئی بیان آج تک غلط ثابت نہیں ہوا ہے۔ (جاری)

درس حدیث

گھر کا سکون

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ أَبِي مُوسىٰ الْأَشْعَرِيِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِي يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ وَالْبَيْتُ الَّذِي لَا يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ. (صحیح مسلم ح:۱۷۷۳)

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے، وہ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا زندہ اور مردہ کے مانند ہے۔

انسان جن چیزوں سے فطرتاً محبت رکھتا ہے ان میں اس کا آشیانہ بھی ہے، وہ جیسا بھی ہو لیکن سب سے زیادہ راحت وسکون اسی میں ملتا ہے، اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ وہ لمبی مدت تک اپنا گھر چھوڑ کر کسی دوسری جگہ رہے، اس بات کو وہ ہرگز گوارہ نہیں کرے گا۔

گھر راحت وسکون کی آماجگاہ اور باہر کے فتنوں کا محافظ ہوتا ہے۔ ایک شخص خواہ کتنا تھکا ماندہ کیوں نہ ہو گھر میں داخل ہوتے ہی راحت محسوس کرتا ہے، ایک شخص کتنا ہی ذہنی انتشار اور پریشانی کا شکار ہو گھر میں قدم رکھتے ہی یک گونہ سکون پاتا ہے۔ گھر کا سکون اسے نئی طاقت وتوانائی فراہم کرتا ہے، وہ گھر سے تازہ دم ہو کر واپس نکلتا ہے۔

لیکن بعض لوگوں کو اندرون خانہ بھی قلبی سکون اور ذہنی اطمینان حاصل نہیں ہوتا، وہ اپنے گھروں سے بھاگتے ہیں، ان کا گھر گویا ان کو کاٹتا ہے، انہیں گھروں کے اندر عجیب وحشت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسا کیوں ہے؟

قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا: ﴿ألا بذكر الله تطمئن القلوب﴾ (سورہ رعد:۲۸) جس طرح دلوں کو اطمینان وسکون اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح اللہ کا ذکر گھروں میں راحت وسکون فراہم کرتا ہے، نماز جو افضل ذکر ہے اس کو گھر میں قائم کرنے کے لیے مخصوص جگہ بنانے کا حکم دیا گیا جیسا کہ بعض شارحین حدیث نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: أمر رسول الله ببناء المساجد في الدور وان تنظف وتطيب. (سنن أبوداود، ح:۴۵۵)

بعض صحابہ کرام سے بھی یہ وارد ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے گزارش کی کہ آپ ان کے گھر تشریف لے چلیں اور گھر کے اندر کسی مخصوص جگہ نماز ادا فرما دیں جس جگہ کو وہ اپنا مصلیٰ بنالیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابی کی خواہش پوری کی۔

اسی طرح سنن ونوافل کے سلسلہ میں یہ حکم دیا گیا کہ اسے گھر کے اندر ادا کیا جائے اور عورتوں کے لیے تو فرض نماز بھی گھر کے اندر ادا کرنے کو افضل قرار دیا گیا۔ یہ تمام دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کا گھر نماز سے آباد رہنا چاہیے۔ گھر کے اندر نماز ادا کرنے کے لیے خصوص جگہ بنالی جائے جو شور سے دور ہو۔ نماز کے علاوہ قرآن کریم کی تلاوت بھی

(بقیہ صفحہ ۶ پر)

افتتاحیہ

سنت ابراہیم کا تقاضا

مولانا عبدالمتین مدنی

ایثار واستسلام کی عظیم الشان یادگار عید قربان ہے۔خواہشات نفس کو قربان کردینا یا اسے حکم الٰہی کے تابع بنالینا ہی قربانی کی روح ہے۔جب حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل نے اس کا عملی مظاہرہ دنیا کے سامنے پیش کردیا تو ندائے غیبی نے اسے قبولیت کا تمغہ عطا کردیا۔﴿فلما أسلما وتله للجبين وناديناه أن يا إبراهيم قد صدقت الرؤيا إنا كذلك نجزي المحسنين﴾(صافات:۱۰۳-۱۰۵)اور جب وہ دونوں حکم الٰہی پر عمل کرنے کے لیے بالکل آمادہ ہوگئے اور باپ نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹادیا تو ہم نے ندادی کہ اے ابراہیم تم نے خواب کو تعبیر کا پیکر دے دیا۔ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اہل ایمان کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا بلکہ ایک آیت کریمہ میں امت ابراہیم کے بعد اس امت کو اس کا سب سے زیادہ حقدار قرار دیا گیا:﴿إن أولى الناس بإبراهيم للذين اتبعوه وهذا النبي والذين آمنوا والله ولي المؤمنين﴾(آل عمران:۸۶)۔

حضرت ابراہیم کی پیروی کے سب سے زیادہ مستحق ان کے پیروکار اور یہ نبی اور آپ کے امتی ہیں اور اللہ مومنوں کا ولی ہے۔

﴿قل صدق الله فاتبعوا ملة إبراهيم حنيفا وما كان من المشركين﴾ (آل عمران:۹۵)

آپ کہہ دیں کہ اللہ نے سچ فرمایا تو تم یکسو ہوکر ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

﴿ومن أحسن دينا ممن أسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملة إبراهيم حنيفا واتخذ الله إبراهيم خليلا﴾(نساء:۱۲۵)اس سے اچھا دین کس کا ہوسکتا ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردیا اور یکسو ہوکر ملت ابراہیمی کی پیروی کی اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنالیا۔

سنت قربانی کے ذریعہ چونکہ ہم حضرت ابراہیم کی قربانی کی یاد کو تازہ کرتے ہیں تو بیٹے کو قربان کرنے کے وقت حضرت ابراہیم کے دل میں حکم الٰہی کی تعمیل کا جو جذبہ موجود تھا کیا جانور کی گردن پر چھری پھیرنے کے وقت ہم اپنے دلوں میں وہ جذبہ پاتے ہیں۔

﴿لن ينال الله لحومها ولا دمائها ولكن يناله التقوى منكم﴾ (حج:۳۷)

اللہ کو ان جانوروں کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا بلکہ اسے تمہارا اخلاص وتقوی پہنچتا ہے۔

اہل ایمان قربانی کے مطلوبہ جذبہ کو اپنے اندر زندہ کریں ورنہ یہ محض کام ودہن کی لذت بن کر رہ جائے گی اور اس کا اسوۂ خلیل سے کوئی تعلق نہ رہ جائے گا۔

حد درجہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس جذبہ کے مفقود ہونے کی وجہ سے آج ہماری قربانی محض ایک ''شو'' بن کر رہ گئی۔ظاہری طور پر تو پہلے سے زیادہ اہتمام ہے،شوراور ہنگامہ ہے،پیسوں کی نمائش ہے،جانوروں کی خوبصورتی کے چرچے ہیں مگر ع...

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی

جانور کوخریدنے کے لیے بازار جانے سے پہلے ہم نیکی کے بازار سے جذبۂ ایثار وقربانی کوخریدیں اور جانور کی گردن پر چھری چلانے سے پہلے ہم اپنی خواہشات نفسانی کوقربان کردیں۔

چندروز پیشتر اردو اخبارات میں برطانوی اخبارات کے حوالہ سے ایک بڑی خبر شائع ہوئی کہ مسجد نبوی کی توسیع سے متعلق سعودی حکومت کا جو منصوبہ ہے، قبر رسول ﷺ کی منتقلی بھی اس منصوبہ میں زیر غور ہے،اس خبر کوشائع ہوتے ہی مسلمان بے چینی اور تشویش میں مبتلا ہوگئے۔اور ایک طبقہ نے جوسعودی عرب کی موجودہ حکومت سے بیر رکھنا اپنا دینی فریضہ سمجھتا ہے، اس خبر کی تصدیق کرنے کے بجائے اتہامات اوراحتجاجی بیانات کا سلسلہ شروع کردیا۔

دانشمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب سے پہلے اس خبر کے مصدر کی جانچ کی جاتی اوراس کے پس منظر کو پڑھا جاتا کہ کہیں ایسا تونہیں کہ اس کا مقصد سعودی حکومت کو بدنام کرنا اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا ہے اور خاص طور سے ایسے وقت میں جب حجاج کرام کا کارواں سوئے حرم کورواں دواں ہے اور کلمہ گولوگوں کا ایک طبقہ ہرسال مشاعرحج میں سعودی حکومت کی مخالفت اور ایران کی حمایت میں احتجاجی مظاہرے کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔

اور امت کا دوسرا بڑا طبقہ ایسا ہے جوسعودی حکومت سے عقیدہ کے مسائل میں اختلاف کی وجہ سے بیر رکھنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے اس طبقہ کو ورغلا کر اس احتجاج کا حصہ بنالینا تو اس خبر کا مقصد نہیں، تاکہ ایک بڑی سازش کے تحت حج کے سارے انتظامات کو درہم برہم کرکے پوری دنیا کو یہ پیغام دیا جائے کہ حکومت سعودی عرب حج کے انتظامات کی قطعا اہل نہیں ہے۔ ﴿إنهم يكيدون كيدا وأكيد كيدا﴾۔

میڈیا میں اس خبر کے آنے کے بعد حکومت سعودی عرب نے اس پر فوری نوٹس لیا،مختلف ممالک میں اس کے سفراء نے اس کے بارے میں حکومت کے موقف کو واضح کیا کہ حکومت کسی ایسے منصوبہ کوعملی جامہ پہنانے کا ارادہ نہیں رکھتی،حرمین شریفین کے نظم ونسق کی نگرانی کرنے والا ادارہ الرئاسة العامة لشؤون المسجد الحرام والمسجد النبوي کے ترجمان کا بھی اس سلسلہ میں وضاحتی بیان آیا۔مزید یہ کہ الامام محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض کے استاد ڈاکٹر علی الشبل نے بھی میڈیا کے ذریعہ اپنا موقف واضح کردیا کہ یہ سراسر تہمت ہے۔مسجد نبوی کی توسیع کے بارے میں ان کی تحریر نشر کی جاچکی ہے اور اس میں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے۔اس لیے بعض خیر خواہوں نے ڈاکٹر صاحب کو یہاں تک مشورہ دے ڈالا کہ وہ بین الاقوامی عدالت میں برطانوی اخبار کے خلاف مقدمہ قائم کردیں۔

اعتدال پسند اردو صحافت نے اس خبر کو سعودی حکومت کے خلاف اس سازش کا امتداد سمجھا جو دشمنان اسلام اور حاسدین کرتے آرہے ہیں۔

اور جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں ان کو بھی اس خبر پر چنداں تعجب نہ ہوا اور نہ ہی حکومت کا وضاحتی بیان آنے سے پہلے ان لوگوں نے اس خبر کو مبنی بر حقیقت سمجھا بلکہ سعودی حکومت کے وضاحتی بیان نے اس حکومت پر ان کے اعتماد کو استحکام فراہم کیا اور اس افواہ پر قدغن لگانے کے ساتھ ساتھ حکومت کے خلاف ایک بڑی متوقع سازش کو ناکام بھی کر دیا۔

لیکن افسوس کہ مسلم قوم عقل وشعور سے کام لینے کے بجائے جذبات کی شکار ہو جاتی ہے اور اپنا کان دیکھنے سے پہلے کوا کے پیچھے دوڑنے لگتی ہے۔ کاش کہ ہم حقائق کو سمجھیں اور اہل حق کی حمایت وتائید کرکے ایک بڑا دینی فریضہ ادا کریں۔

اللہ حکومت سعودی عرب کی حفاظت فرمائے اور اسے اسلام، مسلمانوں اور حرمین شریفین کی مزید خدمت کی توفیق دے۔☆

(بقیہ درس حدیث)

سکون واطمینان نازل ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ایک صحابی قرآن کی تلاوت کررہے تھے اور پاس میں بندھے ہوئے اپنے گھوڑے کو بدکتے ہوئے دیکھا تو ان کی نظر اوپر کی طرف اٹھی اور دیکھا کہ بادل جیسی کوئی چیز نیچے اتر رہی ہے۔ اس بات کو اللہ کے رسول سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ خاص قسم کا سکون ہے جو تلاوت کی وجہ سے نازل ہوتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "لا تجعلوا بيوتكم مقابر، إن الشيطان ينفر من البيت الذي تقرأ فيه. (صحیح مسلم) اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (کہ اس میں قرآن نہ پڑھو) کیونکہ شیطان ایسے گھروں سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کی بعض سورتوں اور مخصوص آیتوں کو مخصوص حالات اور مواقع پر پڑھنے کا حکم دیا گیا تاکہ ہمارے گھر قرآن کریم کی تلاوت کی گونج سے زندہ رہیں اور یہ تلاوت گھروں سے وحشت واجنبیت دور کرکے اسے راحت وانس کی آماجگاہ بنادے۔

گھروں کی راحت اور اطمینان وسکون کا بہترین ذریعہ اوراد ووظائف بھی ہیں، گھر میں داخل ہونے کی دعا، گھر سے نکلنے کی دعا، گھر کے اندر انجام پانے والے عام مشاغل کھانا پینا، سونا جاگنا، کپڑے اتارنا اور پہننا، استنجاء خانہ میں جانا اور واپس نکلنا، آئینہ دیکھنا، صبح وشام کرنا ان مواقع کی جو دعائیں مسنون ہیں اگر انہیں پڑھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارا گھر ہمارے لیے وحشت کدہ بنا رہے بلکہ وہ تو ہمارے لیے سکون کی جنت بن جائے گا۔

اس لیے جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس کے گھر میں راحت وآرام اور اطمینان وسکون کی فراوانی ہو، اس کا گھر اسے زندگی کا لطف دے، تاکہ وہ زندہ دل اور زندہ صفت مومن کی طرح سے زندہ رہے تو اسے چاہیے کہ زندگی کا راز ذکر الٰہی سے حاصل کرے۔ اسی بات کو مذکورہ بالا حدیث میں ذکر کیا گیا۔ ☆☆☆

رکن اسلام

حج کے فضائل وفوائد

تحریر: ڈاکٹر جمال المراکبی
ترجمہ: عبدالغفار سلفی/ بنارس

حج اسلام کا ایک عظیم رکن ہے۔ اللہ سبحانہ نے اسے استطاعت رکھنے والے مسلمان پر فرض کیا ہے۔ فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ الله غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران:۹۶) ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج (فرض) ہے اس شخص کے لیے جو وہاں جانے کی استطاعت رکھے اور جس نے کفر کیا تو اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے''۔ لوگ اس وقت سے لے کر آج تک برابر حج کا فریضہ انجام دیتے آرہے ہیں جب سے حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے بیت اللہ کی بنیاد اٹھائی تھی اور اللہ کے حکم سے لوگوں میں حج کا اعلان کیا تھا اور حج کا یہ سلسلہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگا جب تک روئے زمین پر ایک بھی مومن موجود ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سارے مومنوں کی روحیں قبض کرے گا اور روئے زمین پر صرف وہ برے لوگ بچیں گے جن کی موجودگی میں قیامت قائم ہوگی تبھی اللہ کے محترم گھر کے حج کا سلسلہ تھمے گا۔ آگے اس کا ذکر تفصیل سے آئے گا۔

حج کے فضائل بہت سارے اور گونا گوں ہیں:

۱- حج اللہ کے نزدیک افضل ترین اعمال اور تقرب کے کاموں میں سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا گیا: ''أي العمل أفضل؟ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: '' الإيمان بالله، ورسوله'' اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا'' پوچھا گیا: پھر اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا: ''الجهاد فی سبیل الله'' ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا'' پوچھا گیا پھر اس کے بعد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حج مبرور'' ''حج مبرور'' (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، احمد)

۲- ''حج'' اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے اور جو آدمی جہاد پر قادر نہ ہو یا اس کا مکلّف نہ ہو حج اس کے لیے جہاد کے قائم مقام ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! ہماری رائے میں جہاد سب سے افضل ہے تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ (تم لوگوں کے لیے) افضل جہاد حج مبرور ہے''۔ (بخاری، کتاب الحج، حدیث نمبر: ۱۴۲۳) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ غزوہ اور جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ زیادہ بہتر جہاد حج ہے، حج مبرور''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان سننے کے بعد میں حج نہیں چھوڑتی۔ (بخاری، کتاب الحج، حدیث نمبر: ۱۷۲۸) نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم بھی نکل کر آپ کے

ساتھ جہاد نہ کریں؟ اس لیے کہ میں سمجھتی ہوں کہ قرآن میں جہاد سے زیادہ فضیلت والا کوئی عمل نہیں مذکور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ زیادہ بہتر جہاد حج ہے، حج مبرور''۔

۳- حج مبرور کا جنت کے سوا کوئی ثواب نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة''۔ (متفق علیہ، بخاری، کتاب الحج: ۱۶۵۰، مسلم: ۲۴۰۳) ''ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کفارہ ہے دونوں کے درمیان کے گناہوں کے لیے اور حج مبرور کا جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے''۔

۴- حج مبرور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه'' (بخاری: ۱۴۲۴) ''جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور کوئی فحش یا فسق کا کام نہیں کیا تو وہ اس دن کی طرح لوٹا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا''۔ مسلم کی روایت میں ہے: ''من أتى هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كما ولدته أمه'' (حدیث: ۲۴۰۴) ''جو اس گھر (بیت اللہ) کو آیا اور کوئی فحش اور فسق کا کام نہیں کیا وہ ایسے لوٹا جیسے اس کی ماں نے (آج ہی) اسے جنا ہو''۔ ترمذی کی روایت میں ہے: ''من حج فلم يرفث ولم يفسق غفرله ما تقدم من ذنبه'' (حدیث: ۷۳۹) ''جس نے حج کیا اور کوئی فحش یا فسق کا کام نہیں کیا اس کے اگلے گناہ معاف کر دیے گئے''۔

۵- زیادہ سے زیادہ حج وعمرہ کرنے سے فقر وفاقہ مٹ جاتا ہے۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ: ''تابعوا بين الحج والعمرة فإن المتابعة بينهما تنفى الفقر والذنوب كما ينفى الكير خبث الحديد'' (ترمذی: ۷۳۸، عن ابن مسعود، ابن ماجه: ۲۸۸۷، عن عمر، الصحيحة: ۱۲۰۰)

''پے در پے حج اور عمرہ کرو، اس لیے کہ پے در پے حج وعمرہ کرنے سے غربت اور گناہ اسی طرح مٹ جاتے ہیں جیسے بھٹی میں لوہے کا میل مٹ جاتا ہے''۔

۶- حج کرنے والا اللہ کا مہمان ہوتا ہے اور جو اللہ کا مہمان ہوتا ہے اللہ اس کا اکرام کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''الغازي في سبيل الله والحاج والمعتمر وفد الله، دعاهم فأجابوه وسألوه فأعطاهم'' (ابن ماجہ: ۲۸۹۳، الصحیحۃ: ۱۸۲۰)

''اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے والا، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا اللہ کے مہمان ہوتے ہیں۔ اللہ نے ان کو دعوت دی انہوں نے اللہ کی دعوت پر لبیک کہا اور ان لوگوں نے اللہ سے سوال کیا اللہ نے ان کو عطا کیا''۔ ایک روایت میں ہے: ''الحجاج والعمار وفد الله، إن دعوه أجابهم وإن استغفروه غفر لهم'' (ابن ماجہ: ۲۸۸۳)

’’حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔اگر یہ لوگ اللہ سے دعا کریں تو اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر اس سے استغفار کریں تو وہ ان کو بخش دیتا ہے‘‘۔

حج کا فریضہ دائمی طور پر جاری رہے گا یہاں تک کہ بڑے بڑے فتنوں کے ظہور کے بعد بھی اس کا سلسلہ جاری رہے گا‘‘۔ليحجن هذا البيت وليعتمرن بعد خروج يأجوج و مأجوج‘‘(صحیح الجامع:۵۳۶۱)’’یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی اس گھر کا حج اور عمرہ ہوتا رہے گا‘‘۔

جب آخری زمانے میں اللہ تعالیٰ مومنوں کی روحیں قبض کرلے گا اور زمین پر صرف وہ بدترین لوگ بچیں گے جن کی موجودگی میں قیامت قائم ہوگی اس وقت حج کا سلسلہ رک جائے گا۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:’’لا تقوم الساعة حتى لا يحج البيت‘‘(صحیح الجامع:۷۴۱۹)’’قیامت نہیں ہوگی یہاں تک کہ(وہ زمانہ آجائے گا کہ)بیت اللہ کا حج نہیں ہوگا‘‘۔

اسی لیے ہر مستطیع مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ حج میں جلدی کرے اس لیے کہ ایسا دن آسکتا ہے، جب وہ حج سے عاجز ہوجائے۔’’من أراد الحج فليتعجل فإنه قد يمرض المريض وتضل الضالة و تعرض الحاجة‘‘(صحیح الجامع)’’جو حج کا ارادہ کرے اسے چاہیے کہ جلدی کرے اس لیے کہ بیمار ہونے والا بیمار ہوسکتا ہے،کھونے والا کھوسکتا ہے،کوئی ضرورت پیش آسکتی ہے‘‘۔

جو شخص حج سے عاجز ہو اس کے لیے ایک بشارت:

مسلمان چاہے تو حج کرنے والے کے برابر اجر پاسکتا ہے۔اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’من صلى الفجر فى جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة تامة، تامة، تامة‘‘(ترمذی عن أنس،صحیح الجامع:۶۳۴۶)’’جس نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی پھر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس کے لیے ایک حج اور ایک عمرے کا اجر وثواب ہے، پورا پورا پورا‘‘۔

حج میں مخفی مصلحتیں:

۱-بیت اللہ کی تعظیم:اس لیے کہ بیت اللہ،اللہ کے شعائر میں سے ہے اور اس کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ. فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّـنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيْمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ الله غَنِىٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾(آل عمران:۹۶-۹۷)۔

''بے شک (اللہ کا) پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ تمام دنیا کے لیے بڑی برکت اور ہدایت والا ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں اور مقام ابراہیم ہے۔ جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج (فرض) ہے جو وہاں جانے کی استطاعت رکھے''۔ نیز اللہ نے فرمایا: ﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ (الحج:۳۲) ''جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو (وہ یہ جان لے کہ) یہ چیز دلوں کے تقویٰ کے سبب ہے''۔

۲- اتحاد و اتفاق کا قیام: حج کے موقع پر مختلف رنگوں، زبانوں اور ملکوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک میدان میں جمع ہو کر ایک رب کو پکارتے ہیں، ایک گھر کا رخ کرتے ہیں، سب کے اغراض و مقاصد ایک ہوتے ہیں۔ پوری امت ایک شخص کے دل کی مانند ہو جاتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''مثل المؤمنين فى توادهم و تعاطفهم كمثل الجسد، إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الأعضاء بالحمى والسهر'' (مسلم:۸/۲۰) ''مومنوں کی آپسی محبت اور ہمدردی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے۔ جب اس کا کوئی بھی عضو پریشانی کا شکار ہوتا ہے سارے اعضاء بخار اور شب بیداری کے ذریعہ اس کی مدد کرتے ہیں''۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''المسلمون تتكافأ دماء هم ويسعى بذمتهم أدناهم وهم يد على من سواهم'' (صحیح ابن ماجہ:۱۱۲۸۱) ''مسلمانوں کے خون آپس میں برابر ہوتے ہیں۔ ان کا ادنیٰ شخص بھی ان کے ذمہ اور عہد کا ذمہ دار ہوتا ہے اور وہ اغیار کے خلاف متحد ہوتے ہیں''۔ حج مسلمانوں کی قوت اور شان و شوکت کا مظاہرہ پیش کرتا ہے، ان کی اجتماعیت کی مثال ہوتا ہے۔ ﴿و إذ جعلنا البيت مثابة للناس و أمنا﴾ (اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے بار بار لوٹ کر آنے کی اور امن کی جگہ بنا دیا)۔

۳- لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے وراثت میں جو کچھ پایا اور جس کی طرف محمد ﷺ نے بھی دعوت دی حج کے ذریعہ اس کی موافقت ہوتی ہے اور وہ سارے مقامات اور مناظر یاد آتے ہیں۔ ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (البقرۃ:۱۲۷-۱۲۹)

''اور (یاد کرو) جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (اور دعا کر رہے تھے) اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ نیکی) قبول کرے، بیشک تو ہی خوب سننے اور جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم دونوں

کو اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں ایک جماعت کو بھی اپنا فرماں بردار بنا اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھا دے۔ بیشک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا رحم والا ہے۔ اے ہمارے رب! تو ان میں ان ہی میں سے ایک رسول کو مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔ بیشک تو غالب حکمت والا ہے''۔

نبی ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں سے فرماتے تھے:''قفوا على مشاعركم فإنكم على إرث من إرث أبيكم إبراهيم''(صحیح ابی داؤد:۱۷۰۲)''اپنی اپنی جگہوں پر ٹھہرے رہو،تم لوگ اپنے باپ ابراہیم کی وراثت پر ہو''۔یہ بھی فرماتے تھے:''خذوا عني مناسككم لعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا''(مسلم)''مجھ سے اپنے مناسکِ حج سیکھ لو، شاید کہ میں اس سال کے بعد تم سے نہ مل سکوں''۔

۴- حج کے ذریعہ اس توحید کا علان ہوتا ہے جس کو دے کر اللہ نے تمام رسولوں کو بھیجا۔ حج میں اقوال وافعال کے ذریعہ اسی توحید کا اظہار ہوتا ہے۔تلبیہ پکارتے وقت حاجی کہتا ہے: لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، إن الحمد والنعمة لك والملك، لا شريك لك''(حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ،میں حاضر ہوں۔ بیشک حمد اور نعمتیں تیری ہیں اور بادشاہت بھی، تیرا کوئی شریک نہیں)

دورِ جاہلیت میں لوگ تلبیہ میں شرک بھی کرتے تھے، کہتے تھے:"إلا شريكا هو لك، تملكه وما ملك" مگر تیرا ایک شریک ہے،تو اس کا بھی مالک ہے اور ان چیزوں کا بھی مالک ہے جس کا وہ مالک ہے''۔

حج کے تمام مشاعر اور مقامات میں بندہ محض اللہ کی توحید، اس کی اطاعت اور نبی ﷺ کی اتباع میں لگا رہتا ہے۔ جہاں اللہ نے چلنے کا حکم دیا وہاں چلتا ہے اور جہاں رکنے کو کہا وہاں رک جاتا ہے۔ بال مونڈنے اور جانور قربان کرنے کا کام بھی وہیں کرتا ہے جہاں اللہ نے اس کو حکم دیا اور مشروع قرار دیا اور ان سب چیزوں میں وہ اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کرتا ہے۔

اے اللہ ہمیں اپنے گھر کے حج کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ان چیزوں کی توفیق عطا فرما جن سے تو راضی اور خوش ہو اور ہماری آخری پکار یہی ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

☆☆☆

عبادات

حج وقربانی کا مہینہ ذی الحجہ

عبدالرحیم محمد یونس بنارسی

اللہ رب العالمین کا فضل وکرم ہے کہ اس نے خیر کی تلاش میں سرگرداں نیک بندوں کے لیے بعض مہینوں کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ﴾ (التوبۃ:۳۶) مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک کتاب اللہ (لوح محفوظ یعنی تقدیر الٰہی) میں بارہ ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں، یہی درست دین ہے، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

ابتدائے آفرینش سے ہی اللہ نے بارہ مہینے مقرر فرمائے ہیں، جن میں چار حرمت والے ہیں، ان مہینوں میں قتال وجدال کی بالخصوص ممانعت ہے۔ اسی بات کو نبی ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: ''السنة اثناعشر شهرا منها أربعة حرم: ثلاثة متواليات: ذو القعدة وذوالحجة والمحرم ورجب مضر الذى بين جمادى وشعبان''[۱] سال بارہ مہینوں کا ہے، جن میں چار حرمت والے ہیں، تین پے در پے ہیں اور وہ ذوالقعدۃ، ذوالحجہ اور محرم ہیں اور چوتھا مہینہ رجب مضر ہے جو کہ جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔

نبی ﷺ نے مہینوں کی وضاحت کردی نیز بتلایا کہ زمانہ اصلی حالت پر لوٹ آیا ہے، مشرکین عرب مہینوں میں جو تاخیر وتقدیم کرتے تھے اس کا خاتمہ ہوا، ترتیب الٰہی قائم ہوئی۔

مسلسل تین مہینے اور پھر رجب:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی یہ حکمت بیان کی کہ ''ذوالقعدۃ میں جو کہ حج والے مہینے سے پہلے آتا ہے، کفار مکہ قتال بند کردیا کرتے تھے، اور ذوالحجہ کے مہینے میں وہ کرتے تھے، پھر اس کے بعد ایک اور مہینہ بھی حرمت والا قرار دے دیا تاکہ وہ امن وامان سے واپس وطن لوٹیں، پھر سال کے درمیان ایک اور حرمت والا مہینہ ہے تاکہ وہ عمرہ اور زیارت بیت اللہ کے لیے امن سے آجاسکیں''۔[۲]

آیت مذکور میں حرمت والے مہینوں میں سے ایک ذوالحجہ بھی ہے جو اسلامی تقویم (کلینڈر) کا آخری مہینہ ہے یہ اللہ کا احسان ہے کہ بعض ایام بعض پر فضیلت رکھتے ہیں اور خیر وبھلائی کے بہترین مواقع فراہم کرتے ہیں، فضیلت کے حامل انہی دنوں میں سے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن بھی ہیں۔

---

[۱] رواہ البخاری فی صحیحہ، کتاب التفسیر، باب سورۃ التوبۃ، ح:۴۶۶۲

[۲] تفسیر ابن کثیر:۲/۴۶۷

عشرۂ ذوالحجہ کے فضائل:

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ ﴾ (الحج:۲۸)اوران معلوم دنوں میں اللہ کو یاد کریں،ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:ان معلوم دنوں سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔[۱]

۲- ان ایام کی اللہ نے قسم کھائی،فرمان الٰہی ہے:﴿وَالْفَجْرِ . وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴾ (الفجر:۱-۲) قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔جمہور مفسرین کے نزدیک دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔یہی علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں نیز اللہ کا ان ایام کی قسم کھانا ہی ان کی عظمت اور فضیلت کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ عظیم باری تعالیٰ کسی باعظمت شئی کی ہی قسم کھاتا ہے۔

۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:” أفضل أيام الدنيا العشر يعنى عشر ذى الحجة، قيل ولا مثلهن فى سبيل الله؟ قال: ولا مثلهن فى سبيل الله إلا رجل عفر وجهه بالتراب “[۲]دنیا کے سارے ایام کے مقابلے میں دس ایام (یعنی عشرۂ ذوالحجہ) سب سے زیادہ افضل ہیں۔آپ سے پوچھا گیا اگر اتنے ہی دن جہاد فی سبیل اللہ میں گزارے جائیں تو وہ بھی ان کے برابر نہیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ میں گزارے گئے دن بھی ان جیسے نہیں سوائے اس شخص کے جو شہید ہو جائے۔

۴- سعید بن جبیر رحمہ اللہ جب عشرۂ ذوالحجہ شروع ہوتا تو عبادات میں اتنی محنت کرتے کہ ان جیسی عبادات کرنا دوسروں کے لیے مشکل ہو جاتا۔[۳]

آیات واحادیث سے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی فضیلت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔اسی لیے علماء نے لکھا ہے: عشرۂ ذوالحجہ کے ایام عشرۂ رمضان کے ایام سے افضل ہیں،اس لیے کہ ان میں یوم عرفہ پایا جاتا ہے جو کہ سال کے تمام ایام سے افضل ہے اور رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں ذوالحجہ کی دس راتوں سے افضل ہیں اس لیے کہ ان میں شب قدر پائی جاتی ہے جو سال کی تمام راتوں میں افضل ہے۔[۴]

۵- یوم عرفہ جو حج کا اصل دن ہے اور اسی میں حج کا سب سے بڑا رکن (وقوف عرفہ) ادا کیا جاتا ہے وہ بھی انہی دنوں میں ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:”الحج عرفة “حج،وقوف عرفہ کا نام ہے۔[۵] اس دن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی

[۱] رواہ البخاری فی صحیحہ،کتاب العیدین،باب فضل العمل فی أیام التشریق:تعلیقا

[۲] رواہ ابن حبان وصححہ الألبانی رحمہ اللہ فی صحیح الترغیب والترھیب:۱۱۵۰

[۳] صحیح الترغیب والترھیب للألبانی رحمہ اللہ:۱۱۴۸

[۴] مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح للشیخ عبید اللہ المبارکفوری رحمہ اللہ ۵/ ۸۹

[۵] رواہ الترمذی فی سننہ:۸۸۹

ﷺ نے فرمایا: ’’ما من يوم اكثر من أن يعتق الله فيه عبدا من النار من يوم عرفة، وأنه ليدنوثم يباهي بهم الملائكة فيقول: ما أراد هؤلاء‘‘؟ ۱؎ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن اپنے سب سے زیادہ بندوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے اور وہ قریب آ کر ان پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: ’’یہ کیا چاہتے ہیں‘‘۔

حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ ایک یہودی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا: ’’امیر المؤمنین! تم (مسلمان) اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہو کہ اگر وہ آیت ہم پر اترتی تو ہم اس دن کو یوم عید بنا لیتے‘‘۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’کونسی آیت؟‘‘ اس نے کہا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً﴾ (المائدۃ:۳) ’’آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا‘‘۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر کس دن، کہاں اور کس وقت اتری؟ یہ آیت یوم عرفہ جمعہ کے دن اتری‘‘۔ ۲؎

عرفہ کے دن کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس دن کا روزہ آئندہ اور گزشتہ سال کے گناہ ختم کر دیتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ’’صيام يوم عرفة، احتسب على الله أن يكفر السنة التى قبله، والسنة التى بعده‘‘ ۳؎ ’’یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ پچھلے ایک سال اور آنے والے ایک سال کے گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گا‘‘۔

۶- انہی ایام میں یوم النحر (قربانی کا دن) بھی ہے جو بعض علماء کے نزدیک سال کے تمام دنوں سے افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ’’إن أعظم الأيام عندالله يوم النحر ويوم القر‘‘ ۴؎ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا دن یوم نحر (دسویں ذوالحجہ) ہے۔ پھر اس کے بعد (منیٰ میں) ٹھہرنے کا دن (گیارہ ذوالحجہ) ہے‘‘۔

۷- حج کی عبادت جو اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ ۵؎ انہی دنوں میں انجام دی جاتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ﴾ (البقرۃ:۱۹۷) ’’حج کے مہینے مقرر ہیں‘‘۔ اور وہ شوال، ذوالقعدۃ اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں جو ایام حج ہیں، اور عمرہ تو سال میں ہر وقت جائز ہے۔

۸- اس عشرہ میں کئی اہم عبادات ہیں جو باعث امتیاز ہیں، چنانچہ حج، عمرہ، روزہ، نماز، قربانی اور صدقہ وغیرہ جیسی اہم عبادات ہیں جو اور دنوں میں ایک ساتھ جمع نہیں ہو پاتی ہیں، جب کہ اس عشرہ میں یہ تمام عبادتیں ایک ساتھ اکٹھی ہو جاتی

۱؎ رواہ مسلم فی صحیحہ: ۱۳۴۸ ۲؎ رواہ البخاری فی صحیحہ: ۴۵
۳؎ رواہ مسلم: فی صحیحہ: ۱۱۶۲ ۴؎ رواہ ابوداؤد فی سننہ: ۱۷۶۵، وصححہ الألبانی رحمہ اللہ
۵؎ رواہ البخاری فی صحیحہ: ۸ (حدیث: بنی الإسلام علی خمس)

ہیں۔ ۱

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:''والذی یظهر أن السبب فی امتیاز عشر ذی الحجة لمکان اجتماع امهات العبادة فیه وهی الصلاة والصیام والصدقه والحج، ولا یتأتی ذلك فی غیره'' ۲ عشرہ ذوالحجہ کی امتیازی فضیلت کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساری اہم ترین عبادتیں اس عشرہ میں جمع ہوجاتی ہیں اور وہ ہیں: نماز، روزہ، صدقہ اور حج اس کے علاوہ دیگر دنوں میں یہ ساری عبادتیں جمع نہیں ہوتی ہیں (اس لیے ان دنوں کی اتنی فضیلت ہے) ابوعثمان النہدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:''اسلاف کرام تین عشروں کی بڑوں قدر کیا کرتے تھے، رمضان کا آخری عشرہ اور ذوالحجہ اور محرم کا پہلا عشرہ''۔ ۳

عشرۂ ذوالحجہ میں کیے جانے والے اعمال میں سب سے افضل عمل حج وعمرہ کے مناسک ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَأَتِمُّواْ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّهِ﴾ (البقرة:۱۹۶) حج وعمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکمل کرو۔ نبی ﷺ نے فرمایا:''من حج هذا البیت فلم یرفث ولم یفسق رجع کما ولدته امه'' ۴ جو شخص بیت اللہ کا حج کرے اور دوران حج کوئی شہوانی بات یا گناہ نہ کرے تو ایسا ہوکر لوٹے گا جیسا اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ نیز فرمایا:''العمرة إلی العمرة کفارة لما بینهما، والحج المبرور لیس له جزاء إلا الجنة'' ۵ ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ اپنے درمیان کے (گناہوں کے) لیے کفارہ ہے اور حج مبرور (گناہوں سے بچ کر کیے جانے والے حج) کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں''۔

ان مبارک ایام میں بکثرت ذکر الٰہی کرنا چاہیے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:''ما من أیام اعظم عندالله ولا أحب إلیه العمل فیهن من هذه الإیام العشر، فاکثروا فیهن من التهلیل والتکبیر والتحمید'' ۶ اللہ کے نزدیک نہایت عظمت والے اور محبوب دن عشرہ ذوالحجہ کے مقابلے میں کوئی دن نہیں ہیں، اس لیے ان ایام میں لا إله إلا الله، الله اکبر، اور الحمدلله جیسے اذکار کثرت سے کیا کرو''۔

۱ مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح للشیخ عبیداللہ المبارکفوری رحمہ اللہ ۵/۸۹۔
۲ فتح الباری شرح صحیح البخاری:۲/۴۶۰۔
۳ مجلس فی فضل یوم عرفة وما یتعلق بہ: ابن ناصر الدین الدمشقی (۸۴۲ھ) ص:۱۳۹۔
۴ رواہ البخاری فی صحیحہ:۲۰-۱۸۱۹۔
۵ رواہ البخاری فی صحیحہ:۳-۱۷۷۳۔
۶ رواہ احمد فی مسندہ:۶۱۵۴، وقال الارناؤوط:''صحیح''۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''كان ابن عمر وأبوهريرة يخرجان إلى السوق في أيام العشر يكبر ان و يكبرالناس بتكبيرهما'' [1] حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم (ماہ ذوالحجہ کے) ان دس دنوں میں بازار کو نکل جاتے اور تکبیر کہتے رہتے، پھر دوسرے لوگ بھی ان کی تکبیر سن کر تکبیرات پڑھتے''۔ یوم عرفہ کی نماز فجر سے ۱۳/ ذوالحجہ کی شام تک ہر فرض نماز کے بعد بآواز بلند تکبیر کا اہتمام کرنا چاہیے۔

قربانی اللہ کی عبادت اور قرب کا ذریعہ ہے اور نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، جس پر آپ نے ہر سال عمل فرمایا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:''إن أول ما نبدأ به في يومنا هذا أن يصلي، ثم نرجع فننحر....[2] آج کے دن ہم سب سے پہلے نماز عیدالاضحیٰ پڑھیں گے، پھر واپس لوٹ کر قربانی کریں گے۔ معلوم ہوا کہ قربانی تمام مسلمانوں کے لیے مسنون ہے۔

لہذا ہمیں چاہیے کہ ان ایام میں اعمال صالحہ کے لیے خوب محنت کریں اور ان کی آمد کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (العنكبوت: ۶۹) اور جو لوگ ہمارے دین کی خاطر کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھادیں گے، یقیناً اللہ نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان ایام میں زیادہ سے زیادہ عبادت کا اہتمام کرنے اور ان سے خوب مستفید ہونے کی توفیق دے، آمین۔

☆☆☆

[1] رواہ البخاری فی صحیحہ کتاب العیدین باب فضل العمل فی أیام التشریق

[2] رواہ البخاری فی صحیحہ: ۵۵۴۵۔

الجامعة السلفية (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں
مرکزی فتوی کمیٹی اور شعبۂ تخصص فی الافتاء کا قیام

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد:

اللہ رب العالمین کی توفیق و مدد سے بتاریخ ۱۰/ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۶/ستمبر ۲۰۱۴ء بروز سنیچر جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں جماعت اہل حدیث کے مشاہیر علماء اور جامعہ کی تعلیمی کمیٹی کے افراد کی ایک اہم نشست ہوئی جس کی صدارت کے فرائض جناب حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب مدنی حفظہ اللہ وتولاہ نے اور نظامت کے فرائض جناب حضرت مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ ناظم اعلی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

طے شدہ ایجنڈہ کے تحت دو اہم موضوع پر تبادلۂ خیال اور باہمی مشورہ ہونا تھا، جو درج ذیل ہیں:

۱- مرکزی فتوی کمیٹی کا قیام

۲- شعبۂ تخصص فی الافتاء کا قیام

انہی دونوں موضوعات پر مشورہ کے لیے مشاہیر علماء کرام کو دعوت دی گئی تھی کہ اپنی صواب دید اور تجربات کی روشنی میں ایسا لائحہ طے کریں جو جامعہ سلفیہ کی مرکزیت سے ہم آہنگ ہو۔ اور ایک مرکزی فتوی کمیٹی کا قیام کر کے عصر حاضر میں کتاب وسنت کی روشنی میں عوام الناس کی صحیح رہنمائی کے ساتھ فن افتاء کے میدان میں صادر ہونے والے متضاد اور مختلف النوع آراء کا سد باب ہو سکے اور ان دواعی واسباب پر قدغن لگایا جا سکے جو ذہنی انتشار کو فروغ دینے کے ساتھ اس امت کے اتحاد واجتماعیت کو سبوتاژ کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ کمیٹی بحث ومناقشہ اور تنقیح مسائل کے بعد ایک ایسا فتوی صادر کرے جو متفقہ ہو۔

سب سے پہلے مولانا رضاء اللہ عبدالکریم صاحب کی تلاوت قرآن کے بعد ناظم اعلی حفظہ اللہ وتولاہ نے مہمانان گرامی کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے جامعہ کی دعوت پر لبیک کہا۔ پھر تاسیس جامعہ کے مقاصد پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی۔ اور موجودہ نشست کے انعقاد کی غرض وغایت بیان کی۔ بعدہ میٹنگ میں ایجنڈا نمبر (۱) پر تبادلۂ خیال ہوا۔

تمام شرکاء نے جامعہ کے اس اقدام کو بنظر استحسان دیکھا، اور اسے کافی سراہا اور ''وقت کی اہم ضرورت'' سے تعبیر کرتے ہوئے اس کی افادیت کو دوچند کرنے کے لیے مفید مشوروں سے نوازا۔ باتفاق رائے اس مرکزی فتوی کمیٹی کا نام عربی زبان میں "المجلس الأعلى للإفتاء والبحوث الإسلامية بالهند"، اور اردو زبان میں ''مجلس اعلی برائے افتاء وتحقیقات اسلامی ہند'' تجویز ہوا۔ اس کے بعد مجلس کے اغراض ومقاصد، اور دستور وضوابط منضبط ہوئے۔

ایجنڈا نمبر (۲) کے تحت یہ طے پایا کہ فن افتاء میں ایک شعبہ تخصص کا قیام ہو، تاکہ افتاء کے تعلق سے ایک ٹیم تیار ہو جو اس میدان میں خدمات انجام دینے کی صلاحیت رکھتی ہو، تاکہ ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل ونوازل میں کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح رہنمائی کر سکے۔ اور فہم سلف صالحین کو رواج بخشے۔ اس شعبہ کا نام باتفاق رائے "المعهد العالي للتخصص في الإفتاء" تجویز ہوا۔ اس کے نصاب ونظام پر غور وخوض کرنے کے بعد طے پایا کہ کورس دو سالہ ہو، جس میں فتاوی کے متعلق خصوصی مواد کی تدریس کے ساتھ فتوی نویسی کی عملی تدریب اور مشق ہو۔ اور ہر طالب علم کا اعمال السنۃ مقرر ہو۔

اس اجتماع میں جامعہ کے بعض اساتذہ اور تعلیمی کمیٹی کے اراکین کے علاوہ جن مشاہیر علماء کو دعوت دی گئی تھی، ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱-مولانا عطاء الرحمٰن صاحب مدنی	جامعۃ الإمام البخاری، کشن گنج، بہار
۲-مولانا محمد صاحب اعظمی	مئوناتھ بھنجن (یوپی)
۳-مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب فیضی	مئوناتھ بھنجن (یوپی) (عذر کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکے)
۴-مولانا عبدالعزیز صاحب حقانی	جامعہ اصلاح المؤمنین، بر ہیٹ، صاحب گنج
۵-مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی	استاذ جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی، دہلی
۶-ڈاکٹر عبداللہ صاحب جولم مدنی	جامعہ دارالسلام عمرآباد، تامل ناڈو
۷-ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب مدنی	جامعہ محمدیہ منصورہ، مالیگاؤں مہاراشٹر
۸-ڈاکٹر آر کے نور محمد صاحب مدنی	ناظم اعلی جمعیت اہل حدیث تامل ناڈو و پانڈیچری
۹-مولانا محمد جعفر صاحب مدنی	استاذ جامعہ اسلامیہ دریاباد، سنت کبیر نگر (عذر کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکے)

۱- المجلس الأعلى للإفتاء والبحوث الإسلامية بالهند

احکام شرعیہ اور علوم اسلامیہ کی تدریس میں فن افتاء کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس لفظ کے اشتقاق اور متعدد استعمالات اس اہمیت کے مظہر ہیں، جہاں فن افتاء کے درپیش مسائل کی گتھیوں کو احسن طریقے سے سلجھایا جاتا ہے وہیں علوم شرعیہ کے حاملین مفتیان عظام کے علمی خزائن سے ایسے جواہر نفیسہ کا ظہور ہوتا ہے جو متلاشیان حق کے لیے درویاقوت سے زیادہ وقیع اور اہم ہوتے ہیں اور سوال کرنے والوں کے لیے تسلی وتشفی اور اطمینان کا سامان بہم کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی اور ایک ہی مسئلہ میں مختلف جوابات سے جو اضطراب وانتشار اور کشمکش پائی جاتی ہے اس کے سدّ باب کے لیے علماء کرام اور مفتیان عظام -حفظہم اللہ تعالی- پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا نام باتفاق رائے عربی زبان میں: "المجلس الأعلى للإفتاء والبحوث الإسلامية بالهند" اور اردو زبان میں: "مجلس

اعلی برائے افتاء وتحقیقات اسلامی ہند‘‘ طے پایا۔اس کے لیے چنندہ علماء کرام پر مشتمل ایک مجلس عاملہ تشکیل دی گئی ،جن میں ۱۳؍افراد کو منتخب کیا گیا ہے:

۱-ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی ،رئیس مجلس علمی جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں (مہاراشٹر)

۲-شیخ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی ،استاذ جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی ،دہلی

۳-ڈاکٹر آر کے نور محمد مدنی ،ناظم اعلی جمعیت اہل حدیث ،تامل ناڈو وپانڈیچری

۴-شیخ عبدالعزیز حقانی ،صدرالمدرسین جامعہ اصلاح المسلمین ،برہیٹ ،بہار

۵-ڈاکٹر عبداللہ جولم ،نگراں شعبۂ دعوت وتبلیغ جامعہ دارالسلام ،عمرآباد

۶-شیخ ابوالعاص وحیدی ،استاذ جامعہ اسلامیہ دریاباد (یوپی)

۷-شیخ کفایت اللہ سنابلی مدنی ،استاذ جامعہ اسلامیہ ،ممبرا (ممبئی)

۸-ڈاکٹر عبیدالرحمٰن مدنی (ممبئی)

۹-ڈاکٹر خورشید اشرف (لکھنؤ)

۱۰-شیخ طٰہٰ سعید مدنی (اڑیسہ)

۱۱-شیخ علی حسین سلفی ،استاذ جامعہ سلفیہ بنارس ،ورئیس دارالافتاء

۱۲-شیخ نورالہدی سلفی ،استاذ جامعہ سلفیہ ورکن دارالافتاء

۱۳-شیخ محمد اسلم مبارک پوری ،استاذ جامعہ سلفیہ ورکن دارالافتاء (وکنوینر مجلس اعلی للافتاء)

نوٹ: ضرورت کے مطابق مجلس اعلی مزید علماء کا اضافہ کرسکتی ہے۔

۱-مجلس اعلی برائے افتاء وتحقیقات اسلامی ہند کے اہداف ومقاصد:

۱- فہم سلف کی روشنی میں کتاب وسنت کی تشریح

۲- مختلف فیہ مسائل میں قرآن وحدیث اور اقوال سلف کی روشنی میں امت مسلمہ کی رہنمائی

۳- صحابہ ،تابعین ،تبع تابعین ،ائمہ اربعہ ،مفسرین ،محدثین ودیگر فقہاء ومجتہدین کی تعظیم وتوقیر کرتے ہوئے ان کے علمی ذخیروں سے استفادہ

۴- اتحاد امت کی دعوت اور باطل افکار ونظریات کی نشاندہی

۵- علمی اور فقہی مسائل میں انتشار سے بچتے ہوئے متفقہ فتوی صادر کرنا اور مختلف مکاتب فکر کے علماء سے اس کی تائید حاصل کرنا۔

۶- اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حسب استطاعت شریعت کی تطبیق اور اسکی دعوت

۷- فقہی مسائل میں موجود جمود وتعصب کوختم کرتے ہوئے آپسی میل محبت اور بھائی چارہ کوفروغ دینا
۸- دور جدید میں پیدا ہونے والے نئے مسائل کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کرنا
۹-فقہ وفتاوی کے تعلق سے ذرائع ابلاغ کے شکوک وشبہات کے ازالہ کی کوشش کرنا

۲-مجلس اعلی برائے افتاء وتحقیقات اسلامی ہند کی ذمہ داریاں:

۱-درپیش مسائل میں مفتیان مجلس سے رجوع کرنے کے بعد کتاب وسنت کی روشنی میں فتوی صادر کرنا۔
۲-اختلافی مسائل میں حتی الامکان اتفاق کی صورت پیدا کرنیکی کوشش کرنا۔
۳-وقتاً فوقتاً جدید مسائل پر فقہی سمینار منعقد کرنا۔
۴-فقہی وتحقیقی مجلّہ کی اشاعت۔
۵-جماعت اہلحدیث کے اکابر علماء کی فقہی خدمات کا تعارف اوران کے فتاووں کی طباعت۔
۶-مسلک اہلحدیث پر کئے جانے والے فقہی الزامات کی نقاب کشائی کرنا۔
۷-جدید وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے فقہی اور دینی مسائل میں مسلمانوں کی رہنمائی کرنا۔
۸-اندرون وبیرون ملک فتاوی کمیٹیوں سے تعلقات استوار کرتے ہوئے اتفاق ویکجہتی کی کوشش کرنا۔
۹-فقہ وفتاوی کے تعلق سے ضروری مصادر ومراجع کی فراہمی کی کوشش کرنا۔
۱۰-کمیٹی کے مستقل اراکین کوضروری فقہی مصادر ومراجع کی فراہمی کوممکن بنانا۔

۳-انتظامی امور:

۱-ناظم جامعہ سلفیہ اس کمیٹی کے نگران اعلی ہوں گے۔
۲-مجلس اعلی برائے افتاء وتحقیقات اسلامی ہند کا ایک کنویز ہوگا جو مستقل اور ہمہ وقتی ہوگا۔
۳-مجلس اعلی برائے افتاء وتحقیقات اسلامی ہند کے لئے آفس اوراسکی ضروریات کی فراہمی نگران اعلے کے ذمہ ہوگی۔
۴-مجلس اعلی برائے افتاء وتحقیقات اسلامی ہند کی میٹنگ کم ازکم سال میں دو بار ہوگی' اور ہنگامی حالات میں حسب ضرورت میٹنگ طلب کی جاسکتی ہے۔
۶-مجلس اعلی برائے افتاء وتحقیقات اسلامی ہند کے ممبران سے رابطہ اور جملہ امور کے لئے کنویز ذمہ دار ہوگا۔

۴-مجلس اعلی کا مقر رئیسی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس ہوگا۔

٢- المعهد العالي للتخصص في الإفتاء

دین اسلام کا علم وفہم حاصل کرنا افضل ترین عمل ہے جو خیر وبھلائی کی علامت اور دلیل ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين" (بخاری:۷۱، مسلم:۱۰۳۷) اللہ تعالی جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے اسے دین کا فہم عطا کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دین میں تفقہ سے نافع علم کے ساتھ عمل صالح کی تاسیس ہوتی ہے۔

فتاوی میں مہارت اور صلاحیت اسی تفقہ فی الدین کا ایک مظہر ہے جو نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

الحمدللہ، جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس نے اپنی ہمہ جہت خدمات کے ساتھ اس جانب بھی عملی اقدام کیا، اور چندہ علماء کرام کی میٹنگ میں اسے پیش کیا، علماء نے کافی غور وخوض کے بعد اس کا نام "المعهد العالي للتخصص في الإفتاء" تجویز کیا۔ اور اس کا ایک مجوزہ نصاب پیش کیا، جو درج ذیل سات مضامین پر مشتمل ہے:

١ – آداب الإفتاء وأصوله
٢ – أصول الفقه
٣ – مقاصد الشريعة
٤ – القواعد والضوابط الفقهية
٥ – علم الفرائض
٦ – تعريف بالمصادر في جميع الفنون المطلوبة
٧ – تدريب كتابة الفتاوى

واضح ہو کہ یہ کورس دو سالہ ہوگا۔ پہلے سال متعینہ نصاب پڑھایا جائے گا۔ دوسرے سال صرف تدریب اور مشق ہوگی تا کہ کثرت تدریب سے طالب علم کے اندر مصادر شرعیہ سے استنباط واستخراج کا ملکہ پیدا ہو۔ اور وہ چیز اس کے ذہن میں راسخ ہو جائے۔

جامعہ سلفیہ میں تعلیمی کمیٹی کے اراکین اس کا ایک مجوزہ نصاب تعلیم پیش کیا، جس کی تنقیح کے بعد مشاہیر علماء نے اسے بطور نصاب داخل کرنے پر موافقت ظاہر کی۔

ہر مضمون کی تدریس ایک گھنٹہ ہوگی اور ایام تدریس سنیچر تا بدھ ہوں گے۔

زبان تدریس عربی میں ہو، تا کہ عربی تکلم وتفہیم پر قدرت ہو سکے۔ ساتھ ہی ساتھ اردو زبان کی تعبیر پر قدرت حاصل کرنے کے لیے اردو میں تدریس مانع نہ ہوگی۔ یا یہ صورت اختیار کی جائے کہ درس عربی زبان میں ہو اور محاضر اس کا خلاصہ اردو زبان میں پیش کرے۔ مجلس نے اس بات پر زور دیا کہ بہتر ہوگا کہ اس کورس کو عصری جامعات سے معادلہ کرانے کی کوشش کی جائے، تا کہ اسے "ماجستر" کے مساوی قرار دیا جا سکے، اور بعد میں "پی ایچ ڈی" کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ اس سے اس کا علمی معیار بھی بلند ہوگا۔

اخیر میں ناظم اعلی حفظہ اللہ نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔ اور جامعہ نے معزز مہمانان گرامی کے شایان شان ضیافت کی کوشش کی۔

تمام شرکاء نے ناظم اعلی حفظہ اللہ کو دعاؤں سے نوازا، اور جامعہ کی تعمیر وترقی میں ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس جامعہ کو ہمہ گیر ترقی عطا فرمائے اور اس کا حامی وناصر ہو۔ آمین۔

محمد أسلم المباركفوري
کنوینر مجلس اعلی برائے افتاء وتحقیقات اسلامی ہند

تقاضائے ایمان

اللہ کا خوف

عبدالاحد احسن جمیل/ مدینہ منورہ

اللہ کا خوف ایمان کے کامل ہونے کی نشانی اور سچے ایمان کا تقاضا ہے۔ اگر کسی انسان کے دل میں اللہ کا خوف نہیں ہوگا، تو مخلوقات کا خوف اس میں داخل ہوجائے گا اور وہ لوگوں سے ڈرنے لگے گا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿فلا تخافوهم وخافون إن كنتم مؤمنين﴾ (آل عمران:۱۷۵)، ان سے مت ڈرو بلکہ ہمارا خوف پیدا کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

خوف کا معنی: دل کا مضطرب اور بے چین ہوجانا اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہنا۔ (دیکھیں: مدارج السالکین: ۲/۱۳۷)۔

خوف کا موضوع اس لیے بہت اہم ہے تاکہ جو لوگ نیک اعمال کرتے ہیں وہ اس پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں اور یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ان کے یہ اعمال ان کی کامیابی کے لئے کافی ہوں گے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اللہ تعالی کا قول: ﴿والذين يؤتون ما أتوا وقلوبهم وجلة﴾ (المؤمنون:۶۰) (وہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اپنے رب کی راہ میں اور ان کے دل کپکپاتے رہتے ہیں)۔ کیا اس سے مراد وہ ہے جو زنا کرتا ہے، شراب نوشی کرتا ہے اور چوری کرتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں اے صدیق کی بیٹی، بلکہ یہ تو اس کے بارے میں ہے جو نماز پڑھتا ہے، صدقہ دیتا ہے اور روزہ رکھتا ہے، اور اس کے دل میں یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کا یہ عمل قبول نہ ہو۔ (دیکھیں: سنن ترمذی: ۴۱۹۸، اور اس حدیث کی سند حسن ہے)۔

اللہ کا خوف جس دل میں بھی داخل ہوجائے گا وہ انسان کبھی ناکام نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ یہی وہ صفت ہے جو انسان کو اللہ کی مکمل عبودیت کا پیکر بنادے گی، اسی کو اللہ تعالی نے اپنے کلام میں بیان کیا ہے، چنانچہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿فلا تخافوهم وخافون إن كنتم مؤمنين﴾ (آل عمران:۱۷۵)، اور تم ان لوگوں سے نہ ڈرو (بلکہ) میرا خوف رکھو اگر تم مومن ہو۔

خوف کی قسمیں:

خوف یعنی ڈر کی متعدد قسمیں ہیں:

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خوف کی متعدد قسمیں ہیں:

پہلی قسم: عبادت، تعظیم وانکساری کا خوف ہے جسے خوف سر کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

یہ قسم اللہ کے ساتھ خاص ہے،اس میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جائز نہیں۔

دوسری قسم: کسی چیز سے فطری ڈر اور خوف ۔ یہ اصل میں جائز ہے،اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا: پس موسی (علیہ السلام) وہاں سے دیکھتے بھالتے نکل پڑے،......لیکن اگر یہ خوف کسی واجب کو چھوڑنے یا حرام کے ارتکاب کا سبب بنے تو یہ بھی حرام ہے،اور اگر کسی مباح چیز کو مستلزم ہوتا ہے تو وہ بھی مباح ہے، جیسے دشمن سے متنبہ رہنا،خطرناک جانور سے ڈرنا وغیرہ۔

مراتب خوف:

خوف کے تین مراتب ہیں،انہی مراتب خوف کو امام ھروی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے،چنانچہ فرماتے ہیں: وهو على ثلاث درجات:

الدرجة الأولى : الخوف من العقوبة، وهو الخوف الذي يصح به الإيمان ، وهو خوف العامة؛ وهو يتولد من تصديق الوعيد، وذكر الجناية، ومراقبة العاقبة۔

الدرجة الثانية : خوف المكر فى جريان الأنفاس المستغرق فى اليقظ ، المشوبة بالحلاوة۔

الدرجة الثالثة : درجة الخاصة، وليس في مقام أهل الخصوص وحشة الخوف، الا هيبة الجلال، وهي أقصى درجة إليها في غاية الخوف۔(دیکھیں: مدارج السالکین:۲/ ۱۴۱۔۱۴۳)۔

خوف کے تین درجات میں سے پہلا درجہ جس کے بغیر کسی انسان کا ایمان صحیح نہیں ہوسکتا وہ ہے اللہ کے عذاب کا خوف،اور یہ خوف انسان کے اندر وعید کی تصدیق، گناہوں کو یاد رکھنا،اور اللہ کی نگرانی کے احساس سے پیدا ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان کبھی بھی اللہ رب العالمین سے غافل نہ ہو، ہمیشہ متنبہ رہے۔

تیسرا درجہ جو خاص درجہ ہے اس مقام پر پہنچنے کے بعد انسان کو کسی چیز کا خوف نہیں رہ جاتا سوائے اللہ کی ذات کی ہیبت اور اس کی عظمت اور جلال کے۔اور یہ خوف کا آخری درجہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خوف کی اسی قسم کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:"إني والله لأخشاكم لله و أتقاكم له"(دیکھیں: صحیح بخاری:۵۰۶۳) کہ بیشک میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کا تقوی رکھنے والا ہوں۔

اللہ کا خوف ایک ایسی صفت ہے کہ جب انسان کے دل سے ذرا سی بھی اوجھل ہوتی ہے تو وہ معصیت کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے،ایک مسلمان کا دل کچھ دیر کے لیے غافل ہوسکتا ہے لیکن اصل ایمان کی رمق اس کے دل میں ہمیشہ باقی رہتی ہے جس کی وجہ سے چند لمحوں میں پھر اپنے رب کی طرف لوٹ آتا ہے اور اس بات کا اعلان کرتا ہے: اللهم إني ظلمت نفسي ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب إلا أنت فاغفر لى مغفرة من عندك وارحمني إنك أنت الغفور الرحيم۔ (دیکھیں: صحیح بخاری:۸۳۴،۶۳۲۶،۷۳۸۷،صحیح مسلم:۲۷۰۵)۔اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور گناہوں کو

تیرے علاوہ کوئی معاف کرنے والا نہیں ہے تو تو اپنی مغفرت سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، بیشک تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالی اشارہ کرتے ہوئے ارشادفرماتا ہے:﴿والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب إلا الله ولم يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون ﴾(آل عمران:۱۳۵)، یعنی جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اس سے استغفار کرتے ہیں، اللہ کے علاوہ کون ہے جو گناہوں کو بخش سکتا ہے، اور وہ لوگ جانتے ہوئے اپنے کسی برے کام پر مصر نہیں رہتے۔

اللہ کا خوف اصل میں اللہ سے محبت کو مستلزم ہے کیونکہ اللہ تعالی سے وہی خوف زدہ ہوگا جو اس سے محبت کرے گا اور جس کو اللہ سے محبت نہیں ہوگی تو اس کو اللہ کا خوف کیونکر رہے گا۔

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فالمحبة حقيقة العبودية، وهل تمكن الانابة بدون المحبة والرضى، والحمد والشكر، والخوف والرجاء؟ (دیکھیں: مدارج السالکین:۴۶۳/۳) محبت عبودیت کی اصل ہے، اور کیا اللہ سے انابت اس کی حمد وشکر اور خوف ورجا کے بغیر بھی ممکن ہے؟

کیونکہ جس دل میں اللہ کا خوف نہ ہو وہ دل اجاڑ گھر کے مانند ہوتا ہے، ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ما فارق الخوف قلبا إلا خرب۔ (دیکھیں: رسالۃ القشیری ص:۲۳۷) کسی دل سے خوف نہیں نکلتا مگر وہ برباد ہو جاتا ہے۔

خوف الہی کے فوائد:

اللہ کا خوف ہی انسان کو گناہوں سے بچا سکتا ہے، اور یہی خوف ہے جس سے انسان معصیت کبری، شرک میں پڑنے سے بھی بچ سکتا ہے، اور اسی خوف کی وجہ سے انسان اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت سے بچ سکتا ہے، اللہ پر ایمان، حصول رضاء الہی، حصول عفت، وغیرہ، اس کے علاوہ بھی اللہ کے خوف کے فوائد ہیں۔

چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : فائدة الخوف: الحذر، والورع، والتقوى، والمجاهدة، والعبادة، والفكر، والذكر، وسائر الأسباب الموصلة إلى الله تعالى، وكل ذلك يستدعي الحياة مع صحة البدن وسلامة العقل، فكل ما يقدح في هذه الأسباب فهو مذموم۔ (دیکھیں: احیاء علوم الدین: ۵۱۸/۷)، خوف کے فوائد میں سے ہیں: متنبہ اور آگاہ رہنا، ورع، تقوی، مجاهدۃ النفس، عبادت، فکر، ذکر اور وہ سارے اسباب جو اللہ تعالی تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں، اور یہ سب زندگی، صحت اور عقل کے صحیح سالم ہونے کے اسباب ہیں، اور ہر وہ چیز جو ان اسباب میں قادح ہو وہ مذموم ہے۔

اللہ کے علاوہ کسی کا خوف:

اللہ کے علاوہ کسی کا خوف رکھنا حرام ہے، اور غیر اللہ کا خوف اسی کے دل میں ہو سکتا ہے جو اللہ کی الوہیت، ربوبیت اور

اس کے اسماء وصفات کا منکر ہو، کیونکہ اللہ تعالی نے پوری وضاحت کے ساتھ قرآن میں فرمادیا ہے: ﴿فلا تخافوهم وخافون إن كنتم مومنين﴾ (آل عمران:۱۷۵)، یعنی تم ان سے خوف مت کھاؤ بلکہ اللہ سے ڈرو۔ اب اس کے بعد بھی کوئی کسی اور کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کا خوف اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے تو وہ کیسے موحد ہوسکتا ہے؟

اسی کی طرف امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے، فرماتے ہیں: وهذا برهان قطعي على أن تعلق الرجاء والخوف بغيره باطل۔ (دیکھیں: الفوائد، ص:۸۱)، اور یہ قطعی دلیل ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی سے کسی چیز کی امید لگانا یا اس کے علاوہ خوف کھانا باطل ہے۔

وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہوتا ہے:

۱- وہ علم والے ہیں، یا علماء، یعنی جو علماء ہیں وہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں، چنانچہ اللہ رب العالمین نے ان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾ (فاطر:۲۸)، بیشک اللہ کے بندوں میں سے جو لوگ عالم ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں، اوران کے اس ڈرنے کی وجہ یہ عظیم ذمہ داری ہے جو اللہ نے ان پر ڈالی ہے، کیونکہ اگر انہوں نے اپنی ذمہ داری نہیں ادا کی تو قیامت کے دن ان کا علم انہی پر حجت بن جائے گا، اور اگر انہوں نے اسے دوسروں تک نہیں پہنچایا تو یہ کتمان علم کے مجرم قرار دیئے جائیں گے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ما من رجل يحفظ علما فيكتمه، الا أتى يوم القيامة ملجما بلجام من النار۔ (دیکھیں: سنن ابن ماجہ:۲۶۱، اس حدیث کی سند حسن ہے)۔

۲- وہ لوگ جو اللہ کا تقوی رکھتے ہیں، یعنی جن لوگوں کے دل اللہ کے تقوی سے معمور ہے وہ لوگ اللہ کا خوف رکھتے ہیں، کیونکہ ان کو ہمیشہ یہ خوف رہتا ہے کہ کہیں اللہ تعالی ان سے ناراض نہ ہوجائے، ان کے اعمال کو رد نہ کردے۔

۳- وہ شخص جسے اللہ تعالی نے حکمت کی نعمت سے نوازا ہو، اسی کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: رأس الحكمة مخافة الله (دیکھیں: شعب الایمان:۲/۲۰۲، حدیث:۷۳۰، از امام بیہقی)، اسی لئے اللہ تعالی نے بھی اس شخص کی تعریف کی ہے جو حکمت کی نعمت سے نوازا گیا، چنانچہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا﴾ (البقرۃ:۲۶۹)۔

۴- وہ لوگ جو اللہ سے راضی ہوئے، یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالی کو اپنا رازق، خالق اور مالک مان کر راضی ہوگئے، چنانچہ اللہ تعالی نے ان لوگوں سے اپنی رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ﴿رضي الله عنهم ورضوا عنه ذلك لمن خشي ربه﴾ (البینۃ:۸)، وہ لوگ اللہ سے راضی ہوگئے اللہ ان سے راضی ہوگیا، یہ اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔ وغیرہ۔

☆☆☆

فکر آخرت

موت کی ہولنا کیاں

ابو البیان رفعت سلفی راڈ پی کرنا ٹک

موت کو کثرت سے یاد کرنا چاہیئے کیونکہ یاد موت کی کثرت انسان کو گناہوں اور نافرمانیوں سے بچاتی ہے، یاد موت کی کثرت دلوں میں فکر آخرت پیدا کرتی ہے، یاد موت کی کثرت دنیاوی غموں سے نجات دلاتی ہے، اسی لئے محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو کثرت سے موت کو یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لذتوں کو ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔[صحیح الجامع:۱۲۱۰]

حافظ صلاح الدین یوسف (حفظہ اللہ) حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: موت کا تصور انسان کو دنیاوی لذتوں میں انہماک اور معصیتوں کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے، اس لئے کثرت سے موت کو یاد کرنا چاہیئے اور موت کے بعد پیش آنے والے معاملات سے انسان کو غافل نہیں رہنا چاہیئے۔[ریاض الصالحین اردو ج اص:۵۰۷]

۱۔موت جسم سے روح کے نکل جانے کا نام ہے:

ارشاد ربانی ہے:"اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ"اللہ روحوں کو ان کی موت کے وقت پورے طور پر لے لیتا ہے، اور جن کی موت نہیں آئی انہیں نیند کی حالت میں لے لیتا ہے، پھر جن کی موت کا فیصلہ کرتا ہے انہیں روک لیتا ہے، اور باقی روحوں کو ان کے وقت مقرر تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے، بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔[سورۃ الزمر:۴۲]

ڈاکٹر لقمان السلفی (حفظہ اللہ) مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو یہ خبر دی ہے کہ پوری کائنات میں وہی (اللہ) اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا ہے، وہی فرشتوں کے ذریعہ انسانوں کی روحوں کو ان کے جسموں سے نکال لیتا ہے جس کے بعد وہ قیامت تک کے لئے مرجاتے ہیں، اور وہی انسانوں پر نیند طاری کرتا ہے، جس کے سبب اس کے ظاہری حواس کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں پھر ان میں سے جسے اللہ دنیا سے اٹھا لینا چاہتا ہے اسے واقعی موت دے دیتا ہے، اور قیامت تک اس کی روح اس کے جسم میں لوٹ کر نہیں آئے گی، اور جس کی موت نہیں لکھی ہوتی اس کی روح لوٹ آتی ہے۔(تفسیر تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن:۱۳۰۲)

روح وہ لطیف شے ہے جو کسی کو نظر تو نہیں آتی لیکن ہر جاندار کی قوت وتوانائی اسی روح کے اندر مضمر ہے، اس کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ یہودیوں نے بھی ایک مرتبہ اس (روح) کی بابت پوچھا تو سورہ بنی اسرائیل کی

درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی ’’ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلاً ‘‘اورتم سے رُوح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ وہ میرے رب کی ایک شان ہے اورتم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔(تفسیر احسن البیان:۶۹۶)

جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو جسم میت بے حس وحرکت ہو جاتا ہے۔

۲-موت سے کسی بھی جاندار کو چھٹکارہ نہیں:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ، وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾،’’روئے زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اوراحسان والی ہے باقی رہ جائے گی‘‘۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے،ایک دن آئے گا کہ اس پر کچھ نہ ہوگا،کل جاندار مخلوق کو موت آجائے گی،اسی طرح کل آسمان والے بھی موت کا مزہ چکھیں گے مگر جسے اللہ چاہے،صرف ذات الٰہی باقی رہ جائے گی،جو موت وفوت سے پاک ہے‘‘(تفسیر ابن کثیر اردو ج۵ ص۲۲۴)

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَما الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾’’ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا،پھر جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا،اور یہ دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے‘‘۔

شیخ الحدیث محمد عبدہ الفلاح مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ: بخیلوں کا حال اوران کا کفر بیان کرنے کے بعد یہاں بتایا کہ یہ دنیا جس کے مال ومتاع کے جمع کرنے کے لئے انسان بخل کرتا ہے یہ سب کچھ فانی اور نہ باقی رہنے والی چیز ہے،اور آخرت کی زندگی ہی باقی اور ابدی ہے لہذا انسان کو چاہیئے کہ آخرت کی فکر کرے اوراس میں کامیابی کے لئے کوشاں رہے،اور یہ جو فرمایا کہ ’’قیامت ہی کے دن پورے پورے بدلے دئے جائیں گے‘‘ تواس کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان کو دنیا یا برزخ میں بھی کچھ نہ کچھ اعمال کا بدلہ ملتا ہے مگر پورا پورا بدلہ۔ثواب وعقاب۔قیامت کے دن ہی ملے گا اس سے پہلے ممکن نہیں۔ اور دنیا کی زندگی ’’متاع الغرور‘‘ ہے اس کی ظاہری زیب وزینت سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے ۔اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔(اشرف الحواشی ص:۹۰)

☆موت سے اگر کوئی بچ سکتا تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہوتے مگر آپ ﷺ کی بھی وفات ہو چکی ہے،ارشاد ربانی ہے ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئاً وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾’’اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں اُن سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزرے ہیں، بھلا اگر یہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ (یعنی مرتد ہو جاؤ)

گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا“۔ [آل عمران:۱۴۴]

نبی ﷺ کے سانحہء وفات کے وقت جب عمر رضی اللہ عنہ شدت جذبات میں وفات نبوی کا انکار کر رہے تھے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت حکمت سے کام لیتے ہوئے منبر رسول ﷺ کے پہلو میں کھڑے ہو کر انہی آیات کی تلاوت کی، جس سے عمر رضی اللہ عنہ بھی متاثر ہوئے اور انہیں محسوس ہوا کہ یہ آیات ابھی ابھی اتری ہیں۔ [تفسیر احسن البیان:۱۷۸]

☆موت کی حقیقت کا زبانی اقرار سارے ہی انسان کرتے ہیں مگر اکثر انسانوں کو دنیاوی زندگی میں اس پر پختہ یقین نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿لَقَدْ كُنتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ.﴾ ”(یہ وہ دن ہے کہ) اس سے تو غافل ہو رہا تھا اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔“ [سورۃ ق:۲۲]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”اے انسان! موت کی بیہوشی یقیناً آئے گی اس وقت وہ شک دور ہو جائے گا جس میں آج کل تو مبتلا ہے۔ اس وقت تجھ سے کہا جائے گا یہی (موت) ہے جس سے تو بھاگتا پھرتا تھا اب وہ آ گئی تو کسی طرح اس سے نجات نہیں پا سکتا نہ بچ سکتا ہے، نہ اسے روک سکتا ہے، نہ اسے دفع کر سکتا ہے، نہ ٹال سکتا ہے، نہ مقابلہ کر سکتا ہے، نہ کسی کی مدد اور سفارش کچھ کام آ سکتی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ یہاں خطاب مطلق انسان سے ہے، گو بعض نے کہا ہے کافر سے ہے اور بعض نے کچھ اور بھی کہا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر اردو ج ۵ ص:۱۶۵،۱۶۴]

۳-موت انسانی زندگی کی پلاننگ اور اس کی تمناؤں کو نہیں دیکھتی:

انسان کے دنیا میں آنے کی ایک ترتیب ہوتی ہے، پہلے دادا پیدا ہوتا ہے، پھر باپ پیدا ہوتا ہے، پھر پوتا پیدا ہوتا ہے، لیکن وفات کے لئے کوئی ترتیب نہیں، کوئی ضروری نہیں کہ پہلے دادا ہی کو موت آئے، کبھی باپ کے سامنے بیٹا مر جاتا ہے تو کبھی دادا کے سامنے پوتے کا انتقال ہو جاتا ہے، بچپن جوانی اور بڑھاپے کی قید کے بغیر موت زندگی کے کسی بھی مرحلے میں کسی بھی وقت آ سکتی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّى وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئاً﴾ ”لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہو تو ہم نے تمہیں (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتداء میں) مٹی سے پھر اُس سے نطفہ بنا کر پھر اس سے خون کا لوتھڑا بنا کر پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تا کہ تم پر (اپنی خالقیت) ظاہر کر دیں، اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر تم جوانی کو پہنچتے ہو اور بعض (قبل از پیری) مر جاتے ہیں اور بعض (بوڑھے ہو جاتے اور بڑھاپے کی) نہایت خراب عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے کے بعد بالکل بے علم ہو جاتے ہیں۔ [سورۃ الحج:۵]

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی حفظہ اللہ مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے عقیدے پر دو عقلی دلیلیں پیش کی ہیں۔پہلی دلیل یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر باقی انسان کو ماں اور باپ کی منی سے پیدا کیا۔باپ کا نطفہ ماں کے رحم میں پہونچا اسے پہلے ’’جامد خون‘‘ بنادیا، پھر اسے ایک لوتھڑا بنادیا،اور وہ لوتھڑا کبھی تو اللہ کی مرضی سے بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے،اور کبھی اس میں جان نہیں پڑتی اور رحم سے ساقط ہوجاتا ہے۔اور اللہ ایسا اس لئے کرتا ہے تاکہ انسان اس کی قدرت،علم اور حسن تدبیر پر ایمان لے آئے،اس کی عظمت کا اعتراف کرے،اس سے محبت کرے،اور اس کی بندگی کرے۔پھر جو لوتھڑا بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے وہ ایک مدت معینہ تک رحم میں رہنے کے بعد پیدا ہوتا ہے تو نہایت ہی کمزور بچہ ہوتا ہے، پھر بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ بھرپور جوان ہوجاتا ہے،اور کوئی بچہ بلوغت سے پہلے ہی مر جاتا ہے،اس لئے کہ حکمت الٰہیہ کا یہی تقاضہ ہوتا ہے۔اور کچھ لوگ لمبی عمر پاتے ہیں یہاں تک کہ کھوسٹ (بوڑھے) ہوجاتے ہیں اور عقل وہوش کھو بیٹھتے ہیں۔[تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن ص:۹۴۷]

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کئی لکیریں کھینچیں پھر (ایک لکیر کی طرف اشارہ کرکے) فرمایا کہ یہ انسان ہے (اس کی آرزوئیں) اور (دوسری لکیر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) یہ اس کی موت ہے، پس انسان اسی طرح آرزوؤں کے درمیان ہوتا ہے کہ سب سے قریب لکیر (موت) آپہنچتی ہے۔[صحیح بخاری:۶۴۱۸]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ایک مربع شکل کا خط کھینچا اور ایک خط درمیان میں اس سے باہر نکلتا ہوا کھینچا اور درمیانی خط کے پہلو میں چند چھوٹے چھوٹے خط اور کھینچے اور فرمایا یہ انسان ہے اور یہ خط اس کی موت کا ہے جو اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ خط جو باہر نکل رہا ہے، اس کی آرزوئیں ہیں، اور یہ چھوٹے چھوٹے خط (جو پہلو میں ہیں) انسان کو پیش آنے والے حوادث ہیں، اگر ایک حادثہ اس سے خطا کر جاتا ہے تو دوسرا اسے آدبوچتا ہے اور اس سے جان چھوٹتی ہے تو کوئی دوسرا اسے آپکڑتا ہے۔[صحیح بخاری:۶۴۱۷]

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ مذکورہ دونوں حدیثوں کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’انسان کی زندگی پیہم حادثوں کا نام ہے۔ایک حادثے سے بچتا یا نکلتا ہے تو دوسرا اسے آگھیرتا ہے،اسی کشمکش اور حادثوں سے نبرد آزمائی میں اس کی زندگی گزرتی ہے۔علاوہ ازیں امیدوں اور آرزوؤں کا ایک وسیع اور نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا ہے۔ابھی اس کی آرزوئیں ناتمام ہی رہتی ہیں کہ موت کا آہنی پنجہ اسے اپنے شکنجے میں کس لیتا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ موت کا خط انسان سے سب سے قریب ہے،اس سے انسان کو غافل نہیں رہنا چاہئے۔آرزوئیں تو کسی کی پوری نہیں ہوتیں،تو کیوں انسان اس سراب کے پیچھے موت کی حقیقت سے آنکھیں موندھے رکھے؟ بلکہ اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ موت کی تیاری سے کسی بھی وقت بے پروانہ ہو۔[ریاض الصالحین ج اص:۵۰۶]

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　　کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

☆☆

(جاری)

آداب واخلاق

خاموشی ہزار نعمت

ابوطلحہ بن محمد ابراہیم
جامعہ سلفیہ، بنارس

مہذب گفت وشنید انسان کے حسن اخلاق کا آئینہ دار ہوتی ہے۔انسان کو ایک دوسرے سے جوڑتی اور الفت پیدا کرتی ہے،اس سے معاشرے میں خوش گوار ماحول بنتا ہے۔اس کے برخلاف اگر گفتگو میں غیر مہذبانہ الفاظ استعمال کیے جائیں یا انداز میں شیخی ہو یا بے موقع ومحل بول دیا جائے تو اس سے نفرت پھیلتی اور عداوت بڑھتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے اس چیز کا بھی خیال رکھا اور حکم جاری کیا کہ بھلی بات ہو تو زبان کھولو ورنہ بند رکھو۔

موقع محل کو تاڑ کر اپنی زبان کو حرکت دینے اور بے موقع اس کو کھولنے میں بڑا فرق ہے۔ایک انسان جب سوچ سمجھ کر اور غور وفکر کر کے کوئی بات اپنی زبان سے نکالتا ہے تو عموماً وہ گفتگو عام عیوب سے پاک ہوتی ہے اور اگر مَن میں انگڑائی لے رہی باتوں کو سوچ وفکر کے بغیر یوں ہی جلد بازی میں کہہ دیا جائے تو اس میں کچھ نہ کچھ عیب ضرور نمایاں ہو جاتا ہے جس سے متکلم کی شبیہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔اس لیے ضروری ہے کہ کوئی بھی بات اپنی نوکِ زبان پر لانے سے پہلے خوب سوچ وسمجھ لیا جائے،مناسب ہو تو بولنا ورنہ خاموشی اختیار کر لینا،کیوں کہ ایسی صورت میں خاموشی سے بہتر کوئی چیز نہیں،اس سے عزت و آبرو محفوظ رہنے کے ساتھ ساتھ بہت سی برائیوں سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

انسان کو اللہ رب العالمین نے زبان کی نعمت سے نوازا،تاکہ وہ اس سے بھلی بات بولے اور اچھی چیزوں کا مزہ چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:﴿ألم نجعل له عينين ولسانا وشفتين﴾ [۱] کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟!

جب زبان اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے تو اس کا بے جا استعمال اس کی قدر کو گھٹاتا ہے،اور ہوسکتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی بات بول دے، وہ بات اللہ کو ناگوار گزرے، جس سے متکلم کو نقصان اٹھانا پڑے۔بخاری کی ایک روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''إن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يلقي لها بالا يهوي بها في جهنم'' [۲] بندہ بے پرواہ اللہ کی ناراضگی کی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کو وہ اہمیت نہیں دیتا مگر اس کی وجہ سے اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

---

[۱] سورۃ البلد:۹ [۲] صحیح بخاری:۶۴۷۸

انسان کی خوبی اور اس کے ظرف کا اندازہ اس کی گفتگو سے لگایا جاسکتا ہے اور اس کی کمیاں بھی گفتگو ہی کے ذریعہ سے اجاگر ہوتی ہیں، لہذا انسان کو بولنے سے پہلے اپنی باتوں کو تولنے کی ضرورت ہے تاکہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑے، کیوں کہ کمان سے نکلا ہوا تیر اپنا نہیں ہوتا، اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مشہور ومعروف شاعر زہیر نے کیا خوب کہا ہے:

و كأين ترى من صامت لك معجب

زيـادتـه أو نقـصـه فى التكلم

کتنے چپ رہنے والے ایسے ہیں کہ دیکھنے میں بھلے معلوم ہوتے ہیں، لیکن درحقیقت اس کی خوبی کمی تو اس کے بول میں ہے۔

لسان الفتى نصف و نصف فؤاده

فلم يبق إلا صورة اللحم والدم

آدمی کا نصف اس کی زبان اور نصف اس کا دل ہے، اس کے بعد تو فقط گوشت پوشت کی ایک مورت ہے۔

خاموشی کو میں نے سرموضوع اس لیے بھی نعمت کا نام دیا ہے، کیوں کہ ضرورت سے زیادہ بولنے میں ہوسکتا ہے کہ ہم سے چوک ہوجائے اور ہمیں اللہ کی بڑی نعمت جنت سے محرومی ہاتھ آجائے، اور یہ امر واقع ہے کیوں کہ ہماری زبان سے نکلنے والی ہر ہر بات فرشتے قلم بند کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۃ ق: ۱۸ میں ارشاد فرمایا: ﴿ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد﴾ یعنی انسان کی زبان سے جو بولی نکلتی ہے اس کو فرشتے نوٹ کرلیتے ہیں۔ لہذا زبان کو کنٹرول رکھنا چاہیے اور خاموشی کو اچھا ہم نشین بنانا چاہیے، نبی ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تكف عليك هذا'' معاذ! اپنی زبان کو لگام دو۔ حضرت معاذ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ''و إنا لمؤاخذون بما نتكلم به؟ جو ہم بول رہے ہیں اس پر بھی مواخذہ ہوگا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ثكلتك أمك يا معاذ'' معاذ! تمہاری اماں تمہیں گم پائے۔ ''هل يكب الناس على وجوههم فى النار، إلا حصائد ألسنتهم'' [1] زبان کی (بے تکا وگندی) بولی کی وجہ سے (بہت سے) لوگ اپنے منہ کے بل جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ ایک دوسری حدیث کے اندر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت'' [2] جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے (اس کو نصیحت یہ ہے کہ) اچھی بات ہو تو بولے ورنہ خاموش رہے۔ یہی نہیں بلکہ غیر مفید وفضول گوئی سے قطع تعلقی کو

[1] سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۳، علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری: ۶۴۷۵۔

اچھے انسان کی پہچان اور مسلمان کی خوبی بتائی گئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:''من حسن إسلام المرء تركه مالا يعنيه''۱؂ لایعنی امور کو ترک کر دینا اچھے مسلمان ہونے کی پہچان ہے۔

کم بولنا عقل مندی اور خاموش رہنا حصول نجات کا ذریعہ ہے۔ ترمذی کی صحیح روایت میں فرمایا گیا: "من صمت نجا" جو چپ رہے گا وہ (بہت سی بلاؤں و پریشانیوں سے) نجات پا جائے گا اور بیجا باتوں سے پرہیز اور خاموشی کو اپنا ہم قدم اسی وقت بنانا ممکن ہے جب تنہائی یا اچھی مجلسوں کا انتخاب کیا جائے۔ واضح رہے کہ تنہائی بُری مجلس سے بہتر اور اچھی مجلس تنہائی سے اچھی ہے، اسی طرح اچھی باتوں کا بولنا چپ رہنے سے بہتر اور چپ رہنا بُری باتوں سے اچھا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''الوحدة خير من جليس السوء والجليس الصالح خير من الوحدة وإملاء الخير خير من السكوت، والسكوت خير من إملاء الشر''۲؂ تنہائی بُری صحبت سے، اور اچھی صحبت تنہائی سے اچھی و بہتر ہے (اسی طرح) اچھی باتوں کا زبان پر لانا چپ و خاموش رہنے سے، اور خاموش رہنا بُری و گندی باتوں کو زبان کے حوالے کرنے سے بہتر ہے۔

مذکورہ حدیث سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ رداءِ خاموشی کو ہر حال میں اپنی زینت نہیں بنانی ہے بلکہ وقت آنے پر اس کو اتار پھینک کر اپنے فرائض کو بحسن وخوبی نبھانا بھی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر''۳؂ جابر وظالم بادشاہ وحاکم کے پاس عدل گوئی افضل جہاد ہے، اسی طرح اگر آپ کہیں کسی شخص کو برائی پر آمادہ پاتے ہیں تو آپ کا فرض بنتا ہے کہ وہاں آپ خاموش نہ رہیں بلکہ اس کو اپنے ہاتھ وزبان سے روکیں، نہیں تو کم سے کم اس کی اس حرکت کو دل سے برا جانیں کیوں کہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:''عید کے دن مروان منبر پر چڑھے اور نماز عید کی ادائیگی سے قبل ہی خطبہ شروع کر دیا، چنانچہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: اے مروان! آپ نے سنت کی مخالفت کی، پہلی بات تو یہ کہ آپ منبر لے آئے عید کے دن، حالاں کہ یہ اس سے قبل کبھی نہیں لایا گیا اور دوسری بات یہ کہ آپ نے نماز عید سے قبل ہی خطبہ شروع کر دیا، جب کہ اس سے پہلے ایسا نہیں ہوا، حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ (اس آدمی نے صحیح کیا اور کہا) کیوں کہ یہ چیز ایسی تھی جس پر فیصلہ کیا جا چکا ہے یعنی میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:''من رأى منكرا فاستطاع أن يغيره بيده فليغيره بيده، فإن لم

۱؂ سنن ترمذی: ۲۵۰۱، البانی نے صحیح کہا ہے۔
۲؂ الجامع لشعب الإیمان ۷/ ۵۹۵۸، حدیث نمبر: ۴۶۳۹، اس کے محقق مختار احمد ندوی نے حاشیے میں اس کو حسن قرار دیا ہے۔
۳؂ سنن ابی داؤد: ۴۳۴۴، علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔

يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع بلسانه فبقلبه وذلك أضعف الإيمان‘‘ [۱] جو کوئی منکر چیز کو دیکھے اور ہاتھ سے اس کو روکنے کی قدرت رکھے تو چاہیے کہ ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان کا استعمال کرے یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا سب سے نچلا درجہ ہے۔

حق کے خلاف کوئی چیز نظر آئے تو پھر خاموشی عیب ہے کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’قل الحق ولو كان مرا‘‘ [۲] حق بات ہو تو کہہ ڈالو اگر چہ مخالف کو کڑوی معلوم ہو، ایسے ہی باقی معاملات کو اسی قاعدے پر محمول کیا جائے گا، جہاں بولنا مفید ہو وہاں خاموشی مضر اور جہاں بولنا مضر ہو وہاں خاموشی نفع بخش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو خاموشی کی جگہ خاموش رہنے کی توفیق اور بولنے کی جگہ بولنے کی ہمت عطا کرے۔ آمین۔

☆☆☆

قارئین محدث کی خدمت میں

ماہنامہ ’’محدث‘‘ جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس سے شائع ہونے والا جماعت اہل حدیث کا واحد رسالہ ہے جو مسلسل کئی دہائیوں سے دینی، اصلاحی اور علمی معلومات آپ تک پہنچا رہا ہے، اس رسالے کا مقصد ہی یہی ہے کہ عوام تک صحیح اور نکھرا ہوا اسلام پہنچائے، ہم نے رسالے کے لیے ایسی پالیسی بنائی ہے کہ عوام وخواص سب یکساں طور پر اس سے مستفید ہو سکیں۔

کوئی بھی رسالہ ہو اپنے قارئین کے تعاون کے بغیر کامیابی کے مراحل نہیں طے کر سکتا ہے، الحمد للہ رسالہ محدث کی مقبولیت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اور یہ ہمارے قارئین کی کوششوں کا ثمرہ ہے، آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اس گرانی کے دور میں ماہنامہ رسالہ نکالنا اور اس کے لیے سرمایہ مہیا کرنا کس قدر مشکل ہے، اگر ہمارے قارئین تھوڑی توجہ فرمائیں تو ہماری یہ مشکل دور ہو سکتی ہے۔

محدث کا زر سالانہ نہایت قلیل یعنی -/Rs.150 ہے، ہمارے بہت سے اخوان صرف لاپرواہی کی وجہ سے مدت خریداری ختم ہونے کے بعد بھی زر سالانہ نہیں بھجواتے ہیں، حالانکہ اس کی اطلاع انہیں دے دی جاتی ہے، اس طرح کئی سال کا بقایا رہ جاتا ہے، جب محدث ارسال کیا جاتا ہے تو اس کے ایڈریس لیبل پر مدت خریداری اور اشتراک نمبر لکھ دیا جاتا ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اسے ضرور ملاحظہ کر لیا کریں۔ ہمارا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ محض آپ کی غفلت کی وجہ سے رسالہ بھیجنا بند کریں، ہم سب کے لیے یہ ایک بڑا نقصان ہوگا۔

جن قارئین کے ذمہ محدث کا بقایا ہے، ان سے گزارش ہے کہ وہ بقایا رقم جلد از جلد ارسال فرمائیں تاکہ ہمارے رسالے کو معاشی بحران کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ والسلام (ادارہ محدث)

[۱] سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۵۔ [۲] مشکاۃ المصابیح: ۴۸۶۶

قیادت وسیاست

حاکم وقت کے خلاف بغاوت

قرآن وحدیث کی روشنی میں

یاسر اسعد بن اسعد اعظمی
متعلم جامعہ سلفیہ، بنارس

حکام اور حکومت کی ضرورت، اہمیت اور فضیلت:

انسان فطرتاً مدنی الطبع واقع ہوا ہے۔ اپنی ضروریات کے لیے وہ دوسرے لوگوں کا محتاج ہوتا ہے۔ قدم قدم پر اسے دوسرے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہی چیز بنی نوع انسان کے اندر اجتماعیت کا باعث ہے۔

اس اتحاد واجتماع کو قائم رکھنے اور پروان چڑھانے کے لیے کچھ لوگوں کو ذمہ دار مانا جاتا ہے جو بنی نوع انسان کے معاملے کو متحد رکھتے ہیں۔ بصورت دیگر لا يصلح الناس فوضى لا سراة لهم یعنی بغیر کسی قیادت کے کسی قوم کا معاملہ درست ہو نہیں سکتا۔ آگے چل کر یہی چیز حکومت وسیاست کی متقاضی ہوئی۔

قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں حکومت اور حکام کا تذکرہ ملتا ہے، مثلاً سورہ نساء کے اندر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ﴾ [1] یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کو پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے کرو۔ (جونا گڈھی)

مذکورہ آیت میں امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچانے اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کا جو حکم ہے، عامۃ الناس کے ساتھ ساتھ حکام بالخصوص اس امر کے مخاطب ہیں۔ اس کے بعد والی آیت میں اطاعت الٰہی اور اطاعتِ رسول کے ساتھ حکام کی پیروی کو بھی لازم قرار دیا گیا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ﴾ [2] نیز فساد فی الارض کو روکنے کے لیے اقتدار کو ضروری قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَوْلاَ دَفْعُ اللّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الأَرْضُ﴾ [3] یعنی اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا۔ (جونا گڈھی)

احادیث نبویہ کے ذخیرے بھی اس تذکرے سے خالی نہیں ہیں چنانچہ ایک حدیث میں اس کی تاکید آئی ہے کہ جب تین آدمی سفر پر نکلو تو ایک کو امیر مقرر کرلو۔ قال عليه السلام: "إذا خرج ثلاثة في سفر فليؤمروا أحدهم" [4]

[1] سورۃ النساء:۵۸ [2] سورہ النساء:۵۹ [3] البقرۃ:۲۵۱

[4] رواہ ابوداؤد: ح: ۲۶۰۸، كتاب الجهاد، باب في القوم يسافرون يؤثرون أحدهم، صححه الألبانى

مزید برآں اس حکومت وقیادت کو صحیح طور پر انجام دینے والے امام عادل کو قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں ہونے کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔"سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله– إمام عادل ...... الحديث"[۱]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:"الفتنة إذا لم يكن إمام يقوم بأمر الناس"[۲] یعنی جب لوگوں کے معاملات کی نگرانی کرنے والا کوئی امام نہ ہوگا تو فتنہ پیدا ہوگا۔

شیخ عبداللہ بن عمر بن سلیمان الدمیجی اپنی کتاب"الإمامة العظمى عند أهل السنة والجماعة" میں لکھتے ہیں:"رئیس جماعت کی تنصیب ایک فطری امر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں اس کو ودیعت کردیا ہے کیونکہ انسان مدنی الطبع ہے، پس وہ اکیلے زندگی نہیں گزار سکتا۔لوگوں کے ساتھ مل کر رہنے سے جہاں اس کے معاملات صحیح رہیں گے وہیں کبھی لوگوں کی مصلحتیں اس کی مصلحت سے متعارض ہوں گی اور نزاع پیدا ہوگا، لہذا ایک امیر کا ہونا ضروری ہے تاکہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے فیصلے سے راضی ہوں"۔[۳]

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

"انسان نے اپنی اجتماعی زندگی کی ترتیب وتہذیب کے لیے جو ادارے قائم کیے ہیں ان میں ریاست کا ادارہ سب سے اہم اور بنیادی ہے۔ریاست وہ ہیئتِ سیاسی ہے جس کے ذریعہ ایک ملک کے باشندے ایک باقاعدہ حکومت کی شکل میں اپنا اجتماعی نظم قائم کرتے ہیں اور اسے قوت قاہرہ وقوت نافذہ کا امین قرار دیتے ہیں"۔ [۴]

حاکم کی اطاعت کا حکم:

حکومت وامارت کی اس اہمیت وضرورت کے پیش نظر اور اتحاد امت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے حاکم اور امیر کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ﴾[۵] اے ایمان والو!فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔(جوناگڈھی) نیز اختلاف وافتراق سے بچنے کی جابجا تاکید کی ہے، فرمایا:﴿وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ﴾[۶] اللہ کی رسّی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔(جوناگڈھی)

رسول رحمت ﷺ نے حاکم کی اطاعت واجب قرار دیتے ہوئے فرمایا:"اسمعوا وأطيعوا وإن استعمل عليكم عبد حبشي كأن رأسه زبيبة"[۷] "سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر ایسا حبشی غلام بھی امیر بنادیا جائے، جس

---

[۱] رواہ البخاری:۶۸۰۶، کتاب الحدود، باب فضل من ترک الفواحش

(۲،۳) الإمامة العظمى عند أهل السنة والجماعة للدميجي:۶۰

[۴] اسلامی ریاست از ابوالاعلیٰ مودودی، ص:۱۷ (مقدمہ)

[۵] سورۃ النساء:۵۹ [۶] آل عمران:۱۰۳

[۷] أخرجه البخاري:۷۱۴۲، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية

کا سر کشمش کی طرح ہو''۔ نیز فرمایا:''اسمع وأطع وإن أخذ مالك وضرب ظهرك'' ۱؎ یعنی سمع وطاعت کرو اگر چہ تمہارا مال چھین لے اور تمہاری پیٹھ پر مارے۔

حاکم کی اطاعت کے واجب ہونے کے سلسلے بے شمار صحیح حدیثیں وارد ہیں جن کا ذکر اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں، لہذا ان سے صرف نظر کیا جا رہا ہے۔

اطاعت حاکم کے شرعی حدود وضوابط:

اسلام نے حاکم کی اطاعت کو غیر معصیت کے کاموں میں مشروط قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ اس آیت میں لفظ ''أطيعوا'' کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور ''اولو الأمر'' کو رسول پر عطف کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعتِ اولوالأمر اطاعتِ رسول کے دائرے میں رہے گی۔ اگر حاکم نے رسول کے قول کے خلاف کوئی حکم دیا تب اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ علامہ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اطاعت رسول کے ساتھ فعل کو ذکر کرنے اور ولاۃ امور کے ساتھ نہ ذکر کرنے کا یہی راز ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو اللہ کی اطاعت کا حکم دیں گے اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی لیکن اولو الامر ان کی اطاعت غیر معصیت کے کاموں کے ساتھ مشروط ہے''۔ ۲؎

اللہ کے رسول ﷺ مزید فرماتے ہیں: على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب وكره إلا أن يؤمر بمعصية فإن أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة'' ۳؎ یعنی مسلمان شخص پر پسندیدگی اور کراہت دونوں حالتوں میں اطاعت فرض ہے إلا یہ ہے کہ معصیت کا حکم دیا جائے، پس اگر ایسا ہو تو سمع وطاعت نہیں ہے۔

آیت اولی الامر کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ امراء و حکام کی اطاعت اگر چہ ضروری ہے لیکن وہ علی الاطلاق نہیں بلکہ مشروط ہے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ۔ اسی لیے ﴿أطيعوا الله﴾ کے بعد ﴿أطيعوا الرسول﴾ تو کہا، کیونکہ یہ دونوں اطاعتیں مستقل اور واجب ہیں، لیکن ﴿أطيعوا أولي الأمر﴾ (اولوالامر کی اطاعت کرو) نہیں، کیوں کہ اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں ہے''۔ ۴؎

نیز رسول اللہ ﷺ ایک حدیث میں صراحت سے فرماتے ہیں: ''لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق'' ۵؎

۱؎ أخرجہ مسلم: ۱۸۴۷، کتاب الإمارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظھور الفتن وفی کل حال الخ

۲؎ تیسیر الکریم الرحمٰن للسعدي، ص: ۲۲۸

۳؎ أخرجہ البخاری: ۷۱۴۴، کتاب الأحکام باب السمع والطاعۃ للإمام الخ

۴؎ تفسیر أحسن البیان، از مولانا حافظ صلاح الدین یوسف، ص: ۲۴۵

۵؎ رواہ احمد: رقم الحدیث: ۱۰۹۵، عن علي رضی اللہ عنہ، صححہ الشیخ أحمد محمد شاکر

خالق کی معصیت میں مخلوق کی فرمانبرداری (جائز) نہیں ہے۔ نیز فرمایا: ''لا طاعة: ...في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف'' [۱] معصیت الٰہی میں اطاعت نہیں، اطاعت تو بھلائی کے کاموں میں ہے۔

حاکم کی اصلاح کا شرعی طریقہ:

اگر کوئی شخص امیر کے اندر کوئی خرابی یا معصیت دیکھتا ہے تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تقاضے کے تحت اس کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ اس اصلاح کا شرعی طریقہ بقول رسول ﷺ یہ ہے: ''من أراد أن ينصح لسلطان بأمر فلا يبد له علانية ولكن ليأخذ بيده فإن قبل منه فذاك و إلا كان قد أدى الذي عليه له'' [۲] یعنی اگر سلطان کو نصیحت کرنا مقصود ہو تو علانیہ طور پر نہیں بلکہ خلوت میں کرنا چاہیے۔ اگر سلطان نصیحت قبول کرلے تو ٹھیک ہے، بصورت دیگر اس شخص نے اپنا فریضہ تو بہرحال ادا کردیا۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سلف کا یہ طریقہ نہیں رہا کہ امراء کے عیوب کی تشہیر کی جائے کیونکہ اس سے انتشار اور عدم اطاعت کی کیفیت ہوجاتی ہے۔ صحیح طریقہ ہے کہ سلطان کو خط لکھا جائے یا امیر سے متصل علماء کرام کو اس جانب متوجہ کیا جائے۔ (تاکہ وہ سلطان کی اصلاح کریں)''۔ [۳]

حاکم وقت کے خلاف بغاوت شریعت کی عدالت میں:

شیخ دمیجی نے ''الامامۃ العظمی'' میں حکام کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو ۴/قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

۱- خوارج ۲- محارب (ڈاکو وغیرہ) ۳- باغی ۴- اہل حق [۴]

نیز جن حکام کے خلاف بغاوت کی جائے ان کی ۳/قسمیں بیان کی ہیں:

۱- سلطان عادل ۲- سلطان مرتد کافر ۳- سلطان فاسق [۵]

حاکم وقت کے خلاف بغاوت چاہے کسی بھی صورت میں ہو باجماع علمائے امت حرام ہے الا یہ کہ حاکم کی طرف سے کفر صریح کا ارتکاب ہوا ہو۔ بصورت دیگر بغاوت کے نقصانات اسلامی حکومت اور اسلام کے حق میں کافی مضر ہیں۔ اسی لیے قرآن کے اندر جابجا جماعت میں تفرق اور انتشار سے منع کیا گیا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ﴾ [۶] اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے

---

[۱] رواہ مسلم: ۱۸۴۰، کتاب الإمارۃ، باب وجوب طاعۃ الأمراء في غیر معصیۃ وتحریمہا في المعصیۃ

[۲] رواہ احمد، رقم الحدیث: ۱۵۲۷۰ (صحیح)

[۳] حقوق الراعی والرعیۃ لابن عثیمین: ۲۷ بحوالہ: معاملۃ الحکام في ضوء الکتاب والسنۃ: ۱۱۱

[۴] الإمامۃ العظمی عند أهل السنۃ والجماعۃ، ص: ۴۹۴-۴۹۵

[۵] ایضا: ۴۹۹-۵۰۱ [۶] آل عمران: ۱۰۳ [۷] الشوری: ۱۳

تیری طرف بھیجا ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسی علیہما السلام کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ (جوناگڈھی)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ آیت ﴿وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً﴾ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''اس کے تمام معنی متقارب ہیں، پس اللہ تعالیٰ الفت واتحاد کا حکم دے رہا ہے اور افتراق سے روک رہا ہے کیونکہ افتراق ہلاکت ہے اور جماعت (میں) نجات ہے''۔ ۱

افتراق کو مشرکین کا شیوہ بتاتے ہوئے اس سے الگ رہنے کی تاکید کی گئی ہے ﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ . مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعاً كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ ۲

''پس اللہ رب العالمین نے جماعۃ المسلمین سے خارج لوگوں کو اوران کے رہنماؤں کو پرخطر شاہراہ پر قرار دیا جس سے ان کو رجوع الی اللہ کے علاوہ کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی، بصورت دیگر وہ گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم ہوجائیں گے اور اختلاف وشر کا شکار ہوں گے''۔ ۳

حاکم وقت کے خلاف بغاوت اور جماعت سے الگ ہونے سے متعلق جو احادیث وارد ہیں مجموعی طور پر ہم ان کو ۴/حصوں میں تقسیم کرکے ذکر کریں گے:

۱- حاکم کے خلاف بغاوت سے قطع نظر صرف جماعت سے الگ ہونے پر احادیث میں سخت وعید آئی ہے۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حدیثیں:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "من خرج من الطاعة و فارق الجماعة فمات، مات ميتة الجاهلية'' ۴ یعنی اطاعت سے خارج اور جماعت سے الگ ہونے والے کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

عن أبي ذر رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: "من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه'' ۵ جس نے جماعت سے ایک بالشت بھر بھی علیحدگی اختیار کی تو اس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا۔

۲- معصیت کے کاموں میں حاکم کی اطاعت نہیں ہے لیکن اس وقت بھی خروج وبغاوت جائز نہیں ہے۔ ایک مرتبہ

۱ الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۲/۱۶۸ ۲ سورۃ الروم: ۳۱-۳۲

۳ طاعۃ ولي الأمر وأثرھا في تحقیق الأمن، ص: ۸۲

۴ أخرجہ أحمد مسلم: ح: ۱۸۴۸، کتاب الإمارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین الخ

۵ أخرجہ أحمد: ۲۱۴۵۳ عن أبي ذر رضی اللہ عنہ، وإسنادہ صحیح۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے بہترین ائمہ وہ ہیں جن کو تم پسند کرتے ہو اور وہ تم کو پسند کرتے ہیں اور تم ان کے لیے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے اور تمہارے بدترائمہ وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہیں اور تم ان کو اور وہ تم کو لعن طعن کرتے ہیں''۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا ہم اس صورت میں تلوار سے مدافعت نہ کریں؟ فرمایا: ''نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کریں، نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کریں''۔ پھر فرمایا: ''سنو اگر کسی شخص پر کوئی والی متعین ہوا، اس شخص نے والی کو معصیت کا کام کرتے ہوئے دیکھا تو اسے چاہیے کہ وہ اس کام کو ناپسند کرے لیکن اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے''۔ [۱]

امام ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظلم کے باوجود ولاۃ امر کی اطاعت واجب اس لیے ہے کہ بغاوت کے جو مفاسد ہیں وہ ان کے ظلم کے مفاسد سے کئی گنا بڑھ کر ہیں لہذا ان کے ظلم پر صبر گناہوں کی بخشش کا سبب ہے۔ [۲]

۳- جماعت کو لازم پکڑنے اور بغاوت کی حرمت کے دلائل کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص امارت پر زبردستی قابض ہوتا ہے تو بھی اس کی اطاعت لازم ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اگر کوئی شخص، جس کے اندر امیر کی شرائط موجود نہیں، اقتدار پر قابض ہوتا ہے تو اس کی مخالفت میں سبقت نامناسب ہے کیونکہ اس کو معزول کرنے کا تصور بغیر جنگ وجدال کے نہیں کیا جا سکتا، اور اس (جنگ) کے اندر جو خرابیاں ہیں وہ مصلحت اور چشم پوشی سے زیادہ ہیں''۔ [۳]

۴- وحدتِ امت کے پیش نظر یہ حکم ہے کہ بیک وقت اگر دو لوگ خلافت کے مدعی ہیں تو دوسرے کو قتل کر دیا جائے، فرمان نبوی ہے: ''جب دو خلیفہ کے لیے بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو''۔ [۴] نیز فرمایا: ''اگر کوئی شخص امام سے بیعت کرے تو حسب طاقت اطاعت کرے اور اگر کوئی دوسرا امام اس سے لڑنے آئے تو اس کی گردن اڑا دو''۔ [۵]

حاکم کے خلاف خروج کب جائز؟

اسلام نے حاکم کے خلاف بغاوت اسی صورت میں جائز قرار دیا ہے جب وہ کفر بواح کا ارتکاب کرلے، جیسا کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ہم نے اس بات پر بیعت کی ہم اپنی خوشی، ناخوشی، تنگی اور آسانی اور اپنے اوپر غیر کی ترجیح (باوجودیکہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں) ہر حالت میں حاکم کی اطاعت کریں گے اور معاملہ کو

---

[۱] رواہ مسلم: ح:۱۸۵۵، کتاب الإمارۃ، باب خیار الأئمۃ وشرارھم

[۲] شرح العقیدۃ الطحاویۃ لابن أبي العز ص:۳۸۱

[۳] حجۃ اللہ البالغۃ للدھلوي:۲/ ۷۳۹

[۴] أخرجہ مسلم: ح:۱۸۵۳، کتاب الإمارۃ۔ باب إذا بویع لخلیفتین

[۵] أخرجہ مسلم: ح:۱۸۴۴، کتاب الإمارۃ باب وجوب الدفاء ببیعۃ الخلفاء الأول فالأول

اہل معاملہ سے نہیں چھینیں گے مگر یہ کہ حاکم کی طرف سے کھلم کھلا کفر دیکھو جس کے بارے میں تمہارے پاس من جانب اللہ یقینی دلیل و برہان ہو۔ [1] اور جب صحابہ کرام نے شرار ائمہ کے خلاف بغاوت کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ جب تک وہ (اسلام کے سب سے عظیم الشان رکن) نماز کو قائم کریں ان کے خلاف بغاوت درست نہیں ہے۔ [2]

بغاوت علمائے امت کی نظر میں:

۱- فتنۂ خلق قرآن کے زمانہ میں جب فقہائے بغداد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس جمع ہوئے اور واثق کی حکومت کے خلاف شکوہ کیا تو آپ نے سختی سے فرمایا: ''تم پر دلوں میں انکار لازم ہے، اطاعت سے اپنا ہاتھ ہرگز نہ کھینچو، مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر نہ کرو اور اپنے ساتھ مسلمانوں کا خون نہ بہاؤ، صبر سے کام لو یہاں تک کہ نیک شخص آرام پا جائے''۔ [3]

۲- شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں: ''اہل سنت کا یہ مشہور مذہب رہا ہے کہ خروج علی الائمہ اور ان سے قتال بالسیف جائز نہیں اگر چہ وہ ظالم ہوں- کیوں کہ خروج کا فساد ظلم کے فساد سے بڑھ کر ہے''۔ [4]

۳- شیخ ابن بطال کہتے ہیں: ''زور زبردستی سے حکومت حاصل کرنے والے حاکم کی اطاعت اور اسکے جھنڈے تلے جہاد کرنے پر فقہاء کا اجماع ہے۔ اس کی اطاعت خروج سے بہتر ہے کیونکہ اس سے خون کی حفاظت اور عوام کی تسکین کا کام ہوتا ہے''۔ [5]

۴- شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''حاکم کی اطاعت میں جماعت سیدھی رہے گی لیکن بغاوت باعث فساد و ہلاکت ہے''۔ [6]

حرف آخر:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام اتحاد امت کا داعی ہے۔ اسی لیے اسلام نے افتراق کے ہر راستے کو بند کر دیا اور حاکم کی اطاعت کو لازم قرار دیا تاکہ مسلمان ایک حکومت کے سایہ میں متحد رہ سکیں، حتی کہ ظلم و جور کی حالت میں بھی بغاوت سے منع کیا ہے اور امیر کی خیر خواہی کو لازم قرار دیا ہے۔ جماعت سے جدا ہونے اور سمع و طاعت کا لبادہ اتار کر فرقہ بندی کرنے والوں کے لیے جاہلی موت کی وعید سنائی ہے۔ خروج و بغاوت صرف کفر صریح کے وقت ہے۔ حاکم چاہے کتنا ہی ظالم و فاسق کیوں نہ ہو اگر اس کی اطاعت سے انکار کر دیا گیا تو امت کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور اس کا مستقبل اس کے ماضی جیسا تابناک نہیں رہ پائے گا۔

اللهم ألف بين قلوبنا وأصلح ذات بيننا، وانصرنا على عدوك وعدونا. سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين۔ ☆☆☆

---

[1] رواہ البخاری: ۷۰۵۵ کتاب الفتن، باب قول النبي (سترون بعدی أمورا لخ)

[2] تقدم تخریجہ، ص: ۷ [3] الآداب الشرعیة والمنح المرعیة لابن مفلح، ج: ۱، ص: ۱۷۶

[4] منہاج السنة النبویة: ۳/۳۹۱ [5] فتح الباری لابن حجر: ۱۳/۱۰

[6] مجلة الفرقان الأسبوعیة، عدد: ۶۲۴ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ، ص: ۳۱

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں

لجنۃ الحاق المدارس کی ایک عمومی نشست

۲۱ر ستمبر ۲۰۱۴ء مطابق ۲۵ر ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ بروز اتوار صبح ۹ر بجے جامعہ سلفیہ بنارس میں لجنۃ الحاق المدارس کی ایک نشست منعقد ہوئی جس کی صدارت ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی نے فرمائی اور کنو یز کے فرائض کنو یز لجنۃ الحاق المدارس جامعہ سلفیہ نے انجام دیئے۔

نشست میں لجنۃ الحاق المدارس کے ممبران کے علاوہ ملحق مدارس کے ۳۲ نمائندوں نے بھی شرکت کی۔

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سے ملحق مدارس ملک عزیز کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں جن کی کل تعداد ۲۶ ہے جو نصاب تعلیم اور دیگر چیزوں میں جامعہ کے اصول وضوابط کے پابند ہیں۔

مہمانوں کی آمد کا سلسلہ سنیچر ہی سے شروع ہوگیا تھا جن کے قیام وطعام کا انتظام جامعہ نے کیا۔

اس نشست میں درج ذیل ایجنڈے زیر بحث آئے:

(الف) لجنہ اور ملحق مدارس کے مابین داخلہ برائے عالمیت کے سلسلے میں تجاویز پر نظر ثانی، جس میں ملحق مدارس کے ممبران کو اس بات کی تاکید کی گئی کہ طلبہ کی دستاویزات سرکاری کاغذات کے مطابق اور صحیح ہونی چاہئیں تا کہ آگے چل کر کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(ب) لجنہ اور ملحق مدارس کے درمیان الحاقی روابط کو مزید مستحکم اور بہتر بنانے پر غور۔ اس کے لیے ملحق مدارس کے دورے کی تجویز رکھی گئی اور ملحق مدارس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ لجنہ سے برابر اتصال اور رابطہ رکھیں۔

عبدالکبیر عبدالقوی مبارکپوری
کنو یز لجنۃ الحاق المدارس
الجامعۃ السلفیۃ، بنارس

☆☆☆

اخبار جامعہ

جامعہ سلفیہ، بنارس میں نیا داخلہ اور آغاز تعلیم:

جامعہ سلفیہ، بنارس میں تعلیمی سال ۲۰۱۵-۲۰۱۴ء کے لیے نئے داخلہ کا کام بحسن وخوبی مکمل ہوا، حسب پروگرام متوسطہ اولیٰ، عالم اول، فضیلت اولیٰ، شعبۂ حفظ اور شعبۂ تجوید کے لیے تحریری وشفوی داخلہ امتحان ۹ اور ۱۰/ اگست ۲۰۱۴ء کو لیا گیا، اور ایک سوایک (۱۰۱) طلبہ کا داخلہ عمل میں آیا، نیز شاخ سے آنے والے طلبہ کی تعداد ایک سو سولہ (۱۱۶) ہے۔ جامعہ میں نئے تعلیمی سال کی تعلیم کا آغاز بروز منگل ۱۲/ اگست ۲۰۱۴ء کو کر دیا گیا۔

شیخ احمد بن علی الرومی کی جامعہ سلفیہ آمد:

سعودی سفارت خانہ کا ملحق دینی کے ذمہ دار شیخ احمد علی الرومی بروز سنیچر بتاریخ ۳۰/ اگست ۲۰۱۴ء جامعہ سلفیہ تشریف لائے۔ بعد نماز مغرب اساتذہ جامعہ کے ساتھ دارالضیافہ میں تعلیم سے متعلق امور پر تبادلۂ خیال کیا۔ ناظم جامعہ سلفیہ نے آپ کی ضیافت میں اپنے دولت کدہ پر ایک پرتکلف عشائیہ کا اہتمام کیا۔

دوسرے روز صبح ناظم جامعہ کے ہمراہ جامعہ کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا اور اسی دن دہلی کے لیے پرواز کر گئے۔

سعودی جامعات میں طلبۂ جامعہ کا داخلہ:

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے نئے تعلیمی سال کے لیے جامعہ سلفیہ، بنارس سے پانچ طلبہ: شبیر احمد عبیدالرحمٰن، اسامہ فخر الدین، ضیاء الرحمٰن، الطاف الرحمٰن اور اسعد الرحمٰن کا داخلہ ہوا، نیز جامعۃ الامام میں عبداللہ مسلمان کا داخلہ ہوا، ان خوش نصیب طلباء کو اساتذہ ودیگر طلباء نے مبارکباد پیش کی اور انہیں نیک دعاؤں سے نوازا۔

تعطیل عیدالأضحیٰ:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) میں امسال عیدالاضحیٰ کی تعطیل ۱/ اکتوبر ۲۰۱۴ء بروز بدھ مطابق ۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ تا ۹/ اکتوبر بروز جمعرات ۲۰۱۴ء مطابق ۱۴/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ ہوگی۔

۱۱/ اکتوبر ۲۰۱۴ء بروز سنیچر مطابق ۱۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ دوبارہ تعلیم کا آغاز کر دیا جائے گا، إن شاء اللہ۔

☆☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی

بیلجیم کی ایک خاتون کا بے مثال کارنامہ:

بیلجیم کی ایک نومسلم خاتون کی غیر معمولی متحرک دعوتی خدمات کی بدولت بتوفیق الٰہی گذشتہ آٹھ سالوں میں تقریباً ایک ہزار سے زائد افراد نے مذہب اسلام کو تہ دل سے قبول کرلیا ہے۔اس خاتون نے آٹھ برس قبل اسلام قبول کیا تھا۔بعدازاں اس نے فیملی کو اس جانب ترغیب کیا اور پھر اس اسلامی دعوت کا سلسلہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ اس وقت اس کا گھر ایک دعوتی سینٹر میں تبدیل ہوگیا ہے، جہاں ہر وقت نومسلم خواتین کی ایک معتد بہ تعداد اسلامی تعلیمات حاصل کرتی رہتی ہیں۔(صراط مستقیم برمنگھم:۲۰۱۴/۸ء)

ملکۂ سبا کے تخت شاہی کی دریافت:

لندن سے شائع ہونے والے عربی اخبار ''القدس العربی'' کی رپورٹ کے مطابق یمن کے صدر مقام صنعاء سے ستر (۷۰) کلو میٹر کے فاصلہ مآرب نامی علاقے میں کھدائی کے دوران شاہی تخت بلقیس کی دریافت ہوئی۔اس تخت کے چھ پایوں میں سے پانچ پایوں کو حاصل کیا گیا ہے۔یہ پائے منقش پتھروں سے زیب ومرصع تھے اور ان کو تخت سے جوڑنے کے لیے سیمنٹ مسالہ کا استعمال ہوا تھا۔

ملکۂ سبا کا تذکرہ قرآن کریم نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں کیا ہے، جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب سے ہُد ہُد پرندے کے ذریعہ خط ارسال فرما کر اسے توحید کی دعوت دی گئی تھی، اور اس نے اسے قبول بھی کیا تھا۔ملکۂ سبا کا اصل نام بلقیس تھا، جو بہت ہی ذہن اور خوبصورت خاتون تھی۔اس کے والد شرحبیل بن مالک یمن کے بادشاہ تھے۔(اخبار تحقیق، اسلام آباد ۵-۲۰۱۴/۸ء)

اسپین میں مسلمانوں کی تعداد:

اسپین میں مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم اتحاد الجالیات الاسلامیۃ کی جانب سے کیے گئے ایک تازہ سروے کے بعد یہ انکشاف ہوا ہے کہ سارے ملک میں مسلمانوں کی جملہ تعداد ۱.۶ ملین پر مشتمل ہے۔اور اس تعداد میں ۱.۱ ملین مسلمان کسی اور ملک سے یہاں آباد ہوئے ہیں۔باقی پانچ لاکھ مسلمانوں کا تعلق اسپین ہی سے ہے۔یعنی وہ مسلمان ہیں جنھوں نے یا تو اسلام قبول کیا یا ان کے آباء واجداد صدیوں سے یہاں آباد ہیں۔

واضح رہے کہ اسپین میں تقریباً نصف صدی قبل کسی مسلمان کا وجود ناقابل یقین ہوگیا تھا، مگر اس وقت ان کی تعداد ڈیڑھ ملین سے زیادہ ہے۔

بوسنیا میں قدیم کتب خانے کا دوبارہ افتتاح:

بوسنیا ہرزے گوینا کی کل آبادی ۳۸ لاکھ ہے، جس میں ۴۰ فیصد مسلمان آباد ہیں۔یہاں پر ۴۷۷ سالہ ایک قدیم کتب خانہ ہے جو ۱۹۹۰ء کی مسلم مخالف جنگ اور محاصرے کے دوران جنگ کے بھیانک اثرات سے محفوظ نہ رہا۔تاہم وہاں کے باشندوں نے بڑی جرأت سے کام لے کر تقریباً پانچ ہزار نادر اور قیمتی مخطوطات کو بینک میں محفوظ کردیا تھا۔حکومت قطر نے اس کتب خانہ کی تعمیر نو کے لیے ۵۵ کروڑ کا عطیہ دیا۔اب اس کے تمام مخطوطات کو ڈیجیٹل فارمیٹ میں محفوظ کرلیا گیا ہے۔اس کے ۶۰ فیصد عربی ہیں اور ۳۰ فیصد ترکی زبان میں ہیں۔کتب خانہ کے افتتاح نو کے موقع پر اسے غازی حسدی نام معنون کیا گیا، جنھوں نے ۱۵۳۷ میں اس کی بنیاد رکھی تھی۔☆

تعارف وتبصرہ

کتاب: تعلم الکتابۃ ج۱-۵ وتعلم اللغۃ العربیۃ ج۱-۴

تالیف: شمیم احمد عبدالغفار، فاضل جامعۃ الملک سعود الریاض، ومحفوظ الرحمٰن حفیظ اللہ

ناشر: ریپوٹ انفوٹک اینڈ انٹر پرائزیز، چنئی

طبع اول: ۱۴۳۴ھ=۲۰۱۳ء

عربی زبان کا شمار دنیا کی قدیم اور اہم زبانوں میں ہوتا ہے۔ اس زبان کی یہ خوبی رہی ہے کہ جہاں یہ مسلمانوں کی دینی زبان کا درجہ رکھتی ہے وہیں اپنے ادبی سرمائے کے سبب دیگر اہل زبان کی توجہ کا مرکز بھی رہی ہے۔ ہر دور میں ماہرین ادب نے اس کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ علماء ہند نے بھی اس زبان کی خدمت میں اپنی گراں قدر خدمات پیش کی ہیں۔ مندرجہ ذیل چند ناموں کو بطور نمونہ پیش کیا جاسکتا ہے: خاندان دہلی، علامہ نواب صدیق حسن خاں قنوجی، علامہ محمد السورتی، مولانا عبدالمجید الحریری، مولانا عبدالعزیز میمن، مولانا علی میاں ندوی، ڈاکٹر مقتدی حسن ازہریؒ وغیرہ۔

اس زبان کے سیکھنے کے مقاصد بھی جداگانہ ہوسکتے ہیں مگر بنیادی مقصد حصول علم دین یا پھر حصول معاش ہے، مدارس کے نصاب میں عربی زبان کی تعلیم کے لیے جو کتابیں داخل ہیں وہ اس دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں، ادھر ماضی قریب میں اس رخ پر کچھ اصلاحات اور جدید طرز کی درسی کتابوں کو داخل نصاب کرنے کی اِکاّ دُکاّ مثالیں ہیں لیکن وہ کافی نہیں، مزید یہ کہ محض کتابوں کی فراہمی سے اصلاح کا عمل ممکن نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے ماہر اساتذہ کی بھی ضرورت ہے تاکہ روایتی تدریس سے آگے نکل کر افہام وتفہیم کے عمل کو مؤثر بنایا جاسکے۔

قابل ستائش بات یہ ہے کہ اس سلسلے کی ایک کاوش برادرم شمیم احمد عبدالغفار اور ان کے رفیق کار محفوظ الرحمٰن حفیظ اللہ صاحبان کی جانب سے دیکھنے میں آئی۔ موصوف عربی زبان وادب کا علم رکھتے ہیں۔

درسی کتابوں کا یہ سیٹ صحیح معنوں میں ایک قابل قدر اضافہ ہے جس سے عربی زبان وادب کے طلبہ ودیگر وابستگان کو بے حد فائدہ ہوگا۔

سردست ''تعلم الکتابۃ'' نامی سیریز کے پانچ اجزاء منظر عام پر آچکے ہیں، جن میں عربی طریقہ تحریر اور حروف کی مختلف اشکال اور ان کے دوسرے حروف سے وصل وفصل کرکے لکھنے کے قواعد کافی شستہ اور آسان انداز میں پیش کیے گئے ہیں،

مرحلۂ ماقبل الکتابۃ میں اشکال حروف سے نقطوں کی آڑی ترچھی لکیروں پر قلم گذار کر گرفت قلم اور تحریر خامہ کی مشق کا اہتمام ہے، پھر بتدریج کچھ لفظوں کو لکھنے کی مشق ہے جس سے طلبہ کے لفظی سرمایے میں بھی اضافہ ہوگا۔ الفاظ کے پہلو بہ پہلو ان اشیاء کی تصویریں جن پر یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں ذاتی معلومات میں اضافہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ سطروں پر حروف کی نشست کیسی ہو اس کے لیے صحیح وغلط دونوں شکلوں کو یکجا بڑے منطقی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ وہیں فارسی اور عربی رسم الخط کے فرق کو بھی جہاں ضروری سمجھا بیان کیا گیا ہے تاکہ التباس سے محفوظ رہا جا سکے۔

صحیح معنوں میں اگر محنت ولگن سے ان کتابوں کی تدریس کر دی جائے تو ابتدائی مرحلہ کے طلبہ کے لیے یہ کتابیں نہایت موزوں اور مفید ہونے کے ساتھ دلچسپ بھی ہیں جس سے کہ وہ بآسانی معلومات کو اخذ کر سکتے ہیں۔

تعلیم اللغۃ العربیۃ: سردست اس سیٹ کی چار کتابیں روضۃ الاطفال السفلی، روضۃ الاطفال العلیا، الحضانۃ اور الصّف الاول منظر عام پر آچکی ہیں، بقیہ حصے بھی جلد ہی منظر عام پر آجائیں گے، ان شاء اللہ۔ سب سے بڑی خصوصیت جس کی بنا پر یہ کتابیں دوسری کتابوں سے منفرد ہیں وہ یہ کہ ان میں دور حاضر کے طریقہ ہائے تدریس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بہت ہی آسان اور طلبہ کے لیے دلچسپ انداز میں کتاب کو ترتیب دیا گیا ہے، عربی اعداد کو سکھانے کا طریقہ بھی کافی پرکشش ہے۔ ہر درس کے بعد تمرینات ہیں جن سے معلومات کو از بر کرنے اور ذہن میں راسخ کرنے میں آسانی ہوگی۔

ہر یونٹ کے اختتام پر "اختبر نفسك" کے عنوان سے (Self Evaluation) کا بھی پورا انتظام ہے جس سے طلب علم خود اپنا جائزہ لے سکتا ہے اور اس کی روشنی میں اپنی کمیاں دور کر سکتا ہے۔ مزید برآں مختلف رنگوں اور تصویروں کے بہترین انداز میں استعمال سے کتاب طلبہ کے لیے جاذب نظر بھی ہوگئی ہے، اضافی مشق کے صفحات میں کچھ سبق آموز قصے، احادیث نبویہ، عربی نظمیں پیش کی گئی ہیں جو کافی مفید ہیں، لیکن گذشتہ اسباق کے تناسب میں کافی بلند معیار کی ہیں، مگر چونکہ یہ اضافی اور زبانی نشاطات ہیں، پھر بھی اگر طلبہ کے معیار کا لحاظ رکھا جائے تو بہتر ہوگا۔

بہرحال عربی زبان کی تدریس کے لحاظ سے یہ سیٹ نہایت موزوں، مفید اور موثر ہے، ارباب تعلیم اس کتاب کو اگر داخل نصاب کر لیں تو طلبہ کے حق میں بہتر ہوگا اور نصاب تعلیم کے تقاضوں کا حق بھی ادا ہوگا۔

عبدالرحیم الریاضی
استاذ جامعہ رحمانیہ بنارس

باب الفتاوی

سوال: ان دونوں مسائل کے بارے میں مفتی صاحب کیا فرماتے ہیں؟

۱- اگر کوئی شخص پسندیدہ اور اچھا خواب دیکھے تو اس شخص کو کیا کرنا چاہیے؟

۲- اور اگر کوئی شخص ناپسندیدہ اور بُرا خواب دیکھے تو اس شخص کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب بعون اللہ الوھاب وھوالموفق للصواب:

۱- صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ پسندیدہ، اچھا اور بھلا خواب دیکھنے پر ایک مسلمان شخص کے لیے مندرجہ ذیل امور مستحب ہیں:

۱-اللہ رب العالمین کی تعریف، حمد وثناء کرے، کیونکہ یہ اچھا خواب اللہ رب العالمین کی جانب سے ہے۔

۲-اگر صاحب خواب تعبیر خواب کا علم رکھتا ہے تو اپنے لیے اس خواب کی تعبیر نکالے یا کسی ماہر فن تعبیر، معتمد ومعتبر عالم دین کو بتائے کہ وہ اسے اس خواب کی تعبیر بتادے۔

۳-کسی خیرخواہ یا باشعور شخص یا مخلص دوست ہی کو اپنا خواب بتائے، کسی حاسد یا بغض رکھنے والے کو نہ بتائے۔

اوپر مذکور تمام باتوں کی دلیل احادیث صحیحہ کے اندر موجود ہے، چنانچہ مشہور صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا: آپ ﷺ فرمارہے تھے:''إذا رأی أحدکم رؤیا یحبھا فإنما ھی من الله، فلیحمدالله علیھا ولیحدث بھا''....الخ جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔اسے چاہیے کہ اس پر اللہ رب العالمین کی حمد وثنا اور تعریف بیان کرے اور اس خواب کو (اچھے اور جانکار لوگوں کو) بیان بھی کرے۔ (صحیح بخاری، کتاب التعبیر ، باب الرؤیا من اللہ، ح:۶۹۸۴)

اور صحیح سنن ترمذی کی ایک روایت جو کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خواب کسی عالم یا خیرخواہ ہی سے بیان کرو۔ الفاظ حدیث اس طرح ہیں:''عن أبی ھریرۃ رضی الله عنه قال ....وکان یقول: "لا تقص الرؤیا إلا علی عالم أو ناصح''(صحیح سنن ترمذی، کتاب الرؤیا، باب فی تأویل الرؤیا ما یستحب منھا وما یکرہ، ح:۲۲۸۰)

کیونکہ وہ لوگ حاسد اور جاہل لوگوں کے برخلاف اس خواب کی اچھی تعبیر بیان کریں گے۔

۲-اگر کوئی شخص بُرا اور ناپسندیدہ خواب دیکھے تو ایسی صورت میں ایک مسلمان شخص کے لیے مندرجہ ذیل امور انجام دینے بہتر ہیں:

۱-تین مرتبہ اپنی بائیں جانب تھتکارے۔

۲-تین مرتبہ شیطان مردود کی شر سے اللہ رب العالمین کی پناہ طلب کرے۔

۳-خواب کی بُرائی سے اللہ رب العالمین کی پناہ طلب کرے۔

۴-بستر سے اٹھ جائے اور باوضو ہوکر نماز پڑھے۔

۵-اگر مزید سونا چاہے تو اس کروٹ کو بدل دے جس پر کہ پہلے لیٹا ہوا تھا، اگر چہ اسے ظاہر حدیث کے خلاف بائیں کروٹ ہی کیوں نہ لیٹنا پڑے۔

۶-کسی کو اس خواب کے بارے نہ بتائے۔

۷-اپنی ذات کے لیے اس خواب کو کوئی معنی نہ پہنائے، اور نہ اس کی تعبیر وتفسیر تلاش کرے، وغیرہ۔

ان تمام امور کی دلیلیں احادیث صحیحہ کے اندر موجود ہیں۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح مروی ہے، ملاحظہ فرمائیں: ''عن جابر عن رسول الله ﷺ أنه قال: إذا رأى أحدكم الرؤيا يكرهها فليبصق عن يساره ثلاثا وليستعذ بالله من الشيطان ثلاثا وليتحول عن جنبه الذي كان عليه''(صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب فی کون الرؤیا من اللہ وأنھا جزء من النبوۃ، ح:۲۲۶۲)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو، تو اسے چاہیے کہ تین مرتبہ اپنی بائیں جانب تھتکارے، تین مرتبہ شیطان مردو سے اللہ رب العالمین کی پناہ طلب کرے۔ اور اس کروٹ کو بدل دے جس پر کہ وہ پہلے سوئے ہوئے تھے۔

مسلم شریف کی ایک دوسری روایت جو کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اس طرح ہے: ''عن أبى سلمة قال كنت أرى الرؤيا أعرى منها، غير انى لا أزمل، حتى لقيت أبا قتادة، فذكرت ذلك له، فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الرؤيا من الله ، والحلم من الشيطان، فإذا حلم أحدكم حلما يكرهه فلينفث عن يساره ثلاثا، وليتعوذ بالله من شرها، فإنها لن تضره''(صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب فی کون الرؤیا من اللہ وأنھا جزء من النبوۃ، ح:۲۲۶۱)

اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اچھا خواب اللہ رب العزت کی طرف سے ہوتا ہے اور بُرا خواب شیطان مردود کی طرف سے، تو جب کوئی شخص بُرا خواب دیکھے تو اس کے شر سے اللہ رب العالمین کی پناہ طلب کرے، وہ ہرگز اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ:

فقال إن كنت لأرى الرؤيا أثقل على من جبل فما هو إلا أن سمعت بهذا الحديث فما أباليها.... ''یعنی میں ایسا خواب دیکھتا ہوں جو مجھ پر کسی پہاڑ سے زیادہ بوجھل ہوتا ہے، صرف اس حدیث کو سن لینے کی وجہ سے میں ایسے خواب کی قطعا پرواہ نہیں کرتا۔(صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، ح:۲۲۶۱)

ایک اور روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے:''عن جابر رضى الله عنه قال: جاء أعرابى إلى النبى ﷺ فقال يا رسول الله (ﷺ) رأيت فى المنام كأن رأسى ضرب فتدحرج فاشتددت على أثره، فقال رسول الله ﷺ للأعرابى: "لا تحدث الناس بتعلب الشيطان بك فى منامك''(صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب لا تخبر بتلعب الشیطان بہ فی المنام، ح:۲۲۶۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کہ: اے اللہ کے رسول (ﷺ) میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ لیا گیا ہے اور وہ لڑھک گیا ہے، میں اس خواب کے اثر سے کافی پریشان ہوگیا ہوں، رسول اکرم ﷺ نے اس اعرابی سے فرمایا: شیطان تمہارے ساتھ خواب میں جو کھلواڑ کرتا ہے، تم اسے لوگوں سے بیان نہ کرو۔

اسی طرح ایک روایت صحیح الجامع الصغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''الرؤيا ثلاثة، فبشرىٰ من الله، وحديث النفس، و تخويف من الشيطان، فإذا رأى أحدكم رؤيا تعجبه فليقصها إن شاء على أحد، و إن رأى شيئا يكرهه فلا يقصه على أحد، و ليقم يصلى...''(صحیح سنن ترمذی، باب فی تأویل الرؤیا ما یستحب منها وما یکرہ، الصحیحۃ:۱۳۴۱، صحیح الجامع الصغیر ج:۱، ص:۶۶۲، ح:۳۵۳۳)

اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ کھڑا ہو جائے اور (وضوء کرکے) نماز پڑھے۔

اللہ رب العالمین تمام مسلمانوں کو برے خواب سے محفوظ رکھے، آمین۔

هذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب
کتبہ: ابوعفان نور الہدیٰ عین الحق سلفی مالدہی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

الجواب صحیح
مولانا علی حسین سلفی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

●●●